شہزادے کا اغوا
PDFBOOKSFREE.PK
اے۔ حمید

موت کا تعاقب

تاریخ کی پُراسرار اور سچّی داستان

شہزادے کا اغوا
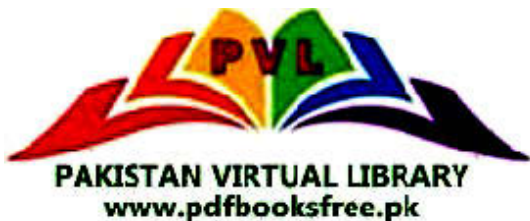
اے حمید

فہرست :

سُنو پیارے بچو !

ہمارا ہیرو عنبر ملکہ نینوا سے ملکہ کو ساتھ لے کر آدھی رات کو فرار ہوتا ہے ۔ شہر کے دروازے پر چوکیدار اُسے روک کر پوچھتا ہے کہ وُہ کون ہے اور گھوڑے پر کون لیٹا ہُوا ہے ؟ گھوڑے پر عنبر نے ملکہ کو بیمار بنا کر ڈال رکھا ہے ۔

عنبر کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر ہے ۔ چوکیدار آگے بڑھ کر ملکہ کو پہچان لیتا ہے ۔ عنبر کی تلوار چوکیدار کا کام تمام کر دیتی ہے ۔ وُہ شہر سے بھاگتا ہے ۔ اب وہ بابل کے ہزاروں سالہ پُرانے شہر میں آ گیا ہے جہاں تاریخ کے مشہور قانون ساز بادشاہ حمورابی کی حکومت ہے ۔ اس شہر میں ایک پُراسرار مندر ہے ۔ اس مندر میں انسانوں کی قربانی دی جاتی ہے ۔ حمورابی ملکہ نینوا کی مدد کرتا ہے ۔ نمرود کی فوج بابل پر حملہ کرتی ہے ۔ حمورابی کو شکست ہو رہی تھی کہ عنبر کو غیب سے مدد ملتی ہے ۔ مگر یہ مدد کس کی تھی ؟

اس کا جواب آپ اس ناول میں ملے گا ۔

لڑائی کی تیاری

●

"کیا میں آپ کو پہلے نہیں بتا چکا کہ یہ میری خالہ ہیں۔ یہ بیمار ہیں اور میں انہیں علاج کے لیے اپنے ساتھ ملک افریقہ لیے جا رہا ہوں ؟"

عنبر نے یہ جملہ کچھ ایسے تیز لہجے میں دُہرایا کہ سرحدی چوکی کے محافظ کو مزید کچھ پوچھنے اور پڑتال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے مسکرا کر کہا کہ وہ تو یونہی پوچھ رہا تھا۔ یہ تو اس کا فرض ہے۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ کمانڈار کی زبان سے اتنا سُن کر عنبر نے شکر کا سانس لیا۔ یورکا نے بھی تلوار کے قبضے سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا؛ وگرنہ اگر کمانڈار کو شک پڑ جاتا تو یورکا ضرور تلوار سے اُس پر حملہ کر دیتا۔ اس کے بعد جو ہوتا دیکھا جاتا۔ دوسری طرف ملکہ کا بھی اُوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے ہی تھا۔ عنبر نے گھوڑے کی باگ تھام کر کہا:

"ہم سرحد عبور کر رہے ہیں ملکہ عالیہ!"

یہ بات اُس نے سرگوشی میں کی۔ ملکہ نے کچھ نہ کہا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کی جھلک تھی۔ یورکا گھوڑے پر سوار تھا اور عنبر اپنے اور ملکہ کے گھوڑے کی باگیں تھامے آگے چل رہا

تھا۔ سرحد عبور کرنے کے تھوڑی دیر بعد تک وُہ پیدل ہی چلتے رہے۔
اس کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہوگئے اور پوری تیز رفتاری سے
گھوڑوں کو ملک یمن کی طرف ڈال دیا۔ یمن کا سفر وہاں سے چار دن
اور چار راتوں کی مسافت پر تھا۔ راستے میں مناسب جگہوں پر قیام
کرتے یہ لوگ پانچویں روز یمن کی سرحد پر پہنچ گئے۔ یہاں یمن میں داخل
ہونے میں اُنہیں کوئی دقت نہ ہُوئی۔ اب ان کا رُخ اُس قصبے کی
طرف تھا جہاں شہزادہ اور حبشی غلام اپنے چچا کے مکان پر چھپے
ہوئے تھے۔ وُہ بہت جلد انگوروں کے باغ میں سے گزر کر اُس مکان
پر پہُنچ گئے۔ دن کا وقت تھا۔ حانو اپنے چچا کے ساتھ باغ میں کام کر
رہا تھا۔ اُس نے گھوڑوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو اُٹھ کر کھڑے
ہوگئے۔ حبشی غلام ملکہ پر نظر پڑتے ہی جُھک گیا۔ ملکہ نے گھوڑے
پر سے اُتر کر سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ اُس کا بیٹا' اُس کا
لختِ جگر شہزادہ ماروت کہاں ہے! عنبر' یوزکا' حبشی غلام اور اُس کا
چچا' ملکہ کو مکان کے تہہ خانے میں لے گئے جہاں شہزادہ ماروت
مسہری پر لیٹا آرام کر رہا تھا۔ دُور سے ماں اور بیٹا ایک دُوسرے
سے لپٹ گئے۔ ملکہ نے شہزادے کو بار بار پیار کیا اور اُس کی آنکھوں
میں آنسو آگئے۔

"میرے بیٹے، دیوتاؤں کو یہی منظور تھا کہ ہماری سلطنت لُٹ
جاتی، تمہارا باپ ہلاک کر دیا جاتا اور محل میں آگ لگا دی جاتی۔ پھر

بھی مَیں آسمانی دیوتاؤں کا شکر ادا کرتی ہُوں کہ اُنہوں نے میرے بیٹے کو زندہ رکھا اور مجھے ملا دیا۔

اِس کے بعد اُس نے عنبر اور یورکا کا شکریہ ادا کیا جس نے موت کے منہ سے نکال کر ماں کو اُس کے بیٹے سے ملا دیا۔ پھر اُس نے حبشی غلام کا بھی شکریہ ادا کیا جس نے زخمی شہزادے کو ایک غار میں اپنی حفاظت میں رکھا۔ عنبر نے کہا :

" ملکہ عالیہ، ہم لوگوں نے اپنا اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اس لیے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ شاہ بابل نے آپ کے ملک پر حملہ کر کے اتنا بڑا ظلم کیا ہے جس کی سزا اُسے ضرور ملنی چاہیے "

" وہ وقت ضرور آئے گا عنبر، ہم اُسی دن کے انتظار میں زندہ ہیں۔ یہ بتاؤ یورکا، زرکیسر کہاں ہے؟ وہ ہمارا وفادار سپہ سالار ہے "

" ملکہ سلامت، زرکیسر یہاں سے ایک رات کے سفر پر اُن پہاڑیوں میں گیا ہُوا ہے جہاں ہماری وفادار فوجیں غاروں میں چھپی ہُوئی ہیں "

" ہم زرکیسر سے بہت جلد ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کب تک واپس پہنچ جائے گا۔ کیا اُسے معلوم تھا کہ میں یہاں آرہی ہُوں ؟ "

" انہیں معلوم تھا ملکہ سلامت، لیکن وہ رہا ہونے کے فوراً بعد وفادار سپاہیوں سے ملنا چاہتے تھے "

" ٹھیک ہے، یہ زیادہ ضروری تھا۔ زرکیسر ہمارا وفادار اور بہادر

سپہ سالار ہے۔ ہمیں اُس پر بہت بھروسہ ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ یمن کے ملک اور بادشاہ کا کیا حال ہے؟"

حبشی غلام کے چچا نے جُھک کر عرض کی:

"ملکہ سلامت! یمن کا بادشاہ اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کر رہا ہے۔ اُسے مخبروں کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ شاہ بابل اُس کے مُلک پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن وُہ اتنا طاقت ور نہیں۔ اِس لیے وہ شاہ بابل بخت نصر کی خوشامد کرنا ہی بہتر خیال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے آپ سب لوگوں کو یہاں چھپائے رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"ہاں ملکہ سلامت! اگر یمن کے بادشاہ کو علم ہو گیا کہ نینوا کی ملکہ اور زرکبیر یہاں چھپے ہوئے ہیں تو شاہ بابل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہمیں ضرور گرفتار کر کے بابل بھجوا دے گا!"

"مگر ہم کب تک اپنے شہزادے اور آپ لوگوں کے ساتھ یہاں چھپے رہیں گے؟"

یورکا نے کہا:

"جب تک ہم اِس قابل نہیں ہو جاتے ملکہ عالیہ کہ نینوا پر چڑھائی کر کے اپنے وطن کو دشمنوں کے پنجے سے آزاد کرالیں!"

عنبر نے کہا:

"اس کے لیے ہمیں شاہ یمن کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش

کرنی ہوگی"

"کیا ایسا کرنا خطرناک بات نہیں ہوگی ؟"

"شاہ یمن کو ہرگز یہ نہیں بتایا جائے گا کہ ملکہ نینوا اور شہزادہ اور زرکسیر یہاں موجود ہیں۔ اُسے شاہ بابل کے خلاف بھڑکایا جائے گا اور اُس کی ہمدردی حاصل کی جائے گی"

ملکہ نے کہا :

"یہ فرض سوائے تمہارے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا عنبر، مجھے اُمید ہے کہ میری خاطر جس طرح پہلے تم نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں تم یہ کام بھی ضرور کرو گے"

عنبر نے کہا :

"آپ پر شاہ بابل نے ظلم کیا ہے ملکہ عالیہ، آپ اپنے ملک میں امن سے رہ رہی تھیں کہ بخت نصر کی فوجوں نے چڑھائی کر کے آپ کے محل کو آگ لگا دی۔ آپ کے اہل خاندان کو قتل کر دیا۔ آپ کی مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی"

"مجھے تم سے یہی اُمید تھی عنبر، اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے تو میں اور شہزادہ ماروت ساری زندگی تمہارے شکر گزار رہیں گے۔ ہم تمہارا یہ احسان زندگی بھر فراموش نہ کر سکیں گے"

اس پر حبشی غلام نے کہا :

"ملکہ عالیہ، میں بھی عنبر کا شکر گزار ہوں کہ اس نے بڑی جانفشانی

سے شہزادے کے زخم کا علاج کیا۔ اُس وقت شہزادے کے زخم کی بہت خراب حالت تھی۔ جب عنبر میرے پاس آیا اور اس نے شہزادے کا علاج شروع کیا!"

یورکا نے کہا:

"اور گورنر قرطاجنہ کے چنگل سے زرکسیر کو آزاد کرانا بھی عنبر ہی کا کام تھا۔ اگر یہ گورنر کا علاج کر کے محل میں شاہی حکیم کا مقام حاصل نہ کرتا تو میں اکیلا ساری زندگی بھی اگر کوشش کرتا رہتا تو زرکسیر کو رہا نہ کرا سکتا تھا۔"

ملکہ نے عنبر کی طرف احسان مند نظروں سے دیکھ کر کہا:

"اور مجھے بخت نصر کے وحشی درندوں کی قید سے آزاد کروا کر لے جانا بھی عنبر ہی کا کام تھا۔ دیوتاؤں کی ہم پر خاص مہربانی ہوئی جو انہوں نے عنبر کو ہمارے پاس بھیج دیا۔ اسی لیے تو مجھے یقین ہے کہ ہم ایک نہ ایک دن اپنا کھویا ہوا تخت حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔"

حبشی غلام حانو کے چچا نے اس مقام پر انگوروں کا شہد ایسا میٹھا رس پیش کرتے ہوئے کہا:

"میری زندگی! یہ زمین اور باغ کی ساری آمدنی اس کام کے لیے وقف ہے۔ میں فخر محسوس کروں گا اگر نینوا کی کھوئی ہوئی سلطنت کو حاصل کرتے ہوئے میری زندگی بھی قربان ہو جائے۔"

ملکہ عالیہ نے خوش ہو کر کہا:

"ہم اپنے تمام وفادار اور جاں نثار ساتھیوں سے خوش ہیں اور ہمیں ان پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ اُن کی مدد ہی سے ہم اپنا کھویا ہُوا وقار اور کھویا ہوا تخت حاصل کر سکیں گے۔"

ملکہ کا بستر شہزادے کی مسہری کے ساتھ ہی لگا دیا گیا۔ وُہ رات انہوں نے تہہ خانے کے کمرے میں، یورکا اور حبشی غلام نے ایک دوسرے کمرے میں اور عنبر نے باہر باغ کے ایک گوشے میں لیٹ کر بسر کی۔ عنبر اب جلد سے جلد زرکسیر سے مل کر شاہ یمین تموریتی سے بات چیت کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ زرکسیر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

دو روز اسی طرح گزر گئے۔ تیسرے روز زرکسیر وہاں پہنچ گیا۔ ملکہ نے بڑے فخر اور خوشی کے ساتھ ہاتھ ملایا اور اُسے دُعا دی۔ اِس کے فوراً بعد اُنہوں نے ایک خُفیہ اجلاس بُلا کر صلاح مشورہ شروع کر دیا کہ تموریتی کی ہمدردیاں کس طرح حاصل کی جائیں؟ عنبر نے کہا:

"مجھے یقین ہے کہ شاہ بابل بخت نصر یمین پر ضرور حملہ کرے گا۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ یمین ایک چھوٹا ملک ہے اور بخت نصر کی نگاہیں کئی دنوں سے اس پر لگی ہیں۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ اُسے یقین دلایا گیا ہے کہ زرکسیر کو یمین کی حکومت نے اغوا کرایا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو اِسے ہم اپنے حق میں ایک نیک فال تصور کر سکتے ہیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا یقین اُسے کس نے دلایا ہے ؟"

عنبر نے کہا :

"یہ مَیں خفیہ طور پر معلوم کر چکا ہُوں "

"پھر تو ہمیں ایک پل کی دیر بھی نہیں کرنی چاہیے ۔ ہمیں فوراً حموربی کے دربار میں رسائی حاصل کر کے اُسے اپنی حمایت کا بھرپور یقین دلانا چاہیے "

یورکا نے کہا :

" اگر ہم نے حموربی کی فوجوں کے ساتھ مل کر نینوا سے بخت نصر کی فوجوں کو نکال دیا تو اُس کا کیا ثبوت ہے کہ حموربی اپنے وعدے پر قائم رہے گا اور ہمارا کھویا ہوا تخت واپس کر دے گا "

عنبر نے بڑے اعتماد سے کہا :

" یہ کام آپ مجھے سونپ دیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حموربی ایک اصول پرست اور بااخلاق بادشاہ ہے ۔ اُس نے اپنی قوم کو جو اخلاقی اصولوں کا ایک قانون دیا ہے ۔ اس میں سچ بولنے اور اپنے وعدے کی پابندی کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے ۔ دُوسری بات یہ کہ مَیں کچھ ایسا بندوبست کر لوں گا کہ حموربی شاہ مین اپنے عہد اور شرطوں سے خلاف جانے کی جرأت نہ کر سکے گا "

زرکسیز نے کہا :

"کیا تم اُس کے بیٹے کو یرغمال کے طور پر رکھو گے ؟"

"نہیں زرکسیز، میں اس کی ساری سلطنت کو یرغمال میں رکھوں گا ۔"

یورکا نے حیرانی سے پوچھا :

"وہ کیسے ؟"

" یہ وقت آنے پر معلوم ہوگا ۔ کیا تم نے اس کی ایک جھلک اُس وقت نہیں دیکھی تھی جب صحرا میں ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کیا تھا ؟"

یورکا نے کہا :

" ہاں مجھے یاد ہے ۔ تم پر دیوتاؤں کی خاص نظر ہے اور شاید تم جادو بھی جانتے ہو ۔ تم ایسا کر سکتے ہو ۔ اگر تم چاہو تو ایسا کر سکتے ہو ۔"

زرکسیز نے کہا :

" یہ تم لوگ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو ؟ کیا عنبر جادو بھی جانتا ہے ؟ دیوتاؤں کی مہربانی سے کیا مراد ہے ؟"

عنبر نے جھٹ کہا :

" زرکسیز، یورکا مذاق کر رہا تھا ۔ ہر انسان پر دیوتا اور ربِ عظیم کا فضل ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ سچا آدمی ہے ۔ یورکا نے ایک بار سفر کے دوران میں دیکھا تھا کہ جن ڈاکوؤں نے ہمیں رسیوں سے جکڑ کر پھینک دیا تھا ۔ آخر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے اور ہم کو آزاد کر کے ہم

سے معافی کے طلب گار ہوئے "۔

شہزادے نے حیرانی سے پوچھا :

" کیا تمہیں جادو آتا ہے عنبر ؟"

زرکبیر نے کہا :

" شہزادہ سلامت، ہمیں ایسی باتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہیے۔ ضرورت اس وقت جس چیز کی ہے وہ عمل ہے۔ ہمیں نینوا کے عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ حمورتی شاہ یمن کی ہمدردی حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی ہے "۔

ملکہ نے پوچھا :

" ہماری فوج کی تعداد کتنی ہے زرکبیر ؟"

" ملکہ عالیہ، اس وقت ہمارے پاس وفادار فوج کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ مگر ہمارے وفادار سپاہی دُور دُور سے آکر ایک جگہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ہمیں اسلحہ اور منجنیقیں بھی حاصل کرنی ہیں۔ اس کے لیے سونے کی ضرورت ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے "۔

یہاں پر عنبر نے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہا :

" اسلحہ اور منجنیقیں حمورتی سے حاصل کریں گے۔ ہماری تھوڑی فوج شاہ یمن کی بھاری فوج کے شانہ بشانہ لڑ کر اُس کا اسلحہ اور اُس کی منجنیقیں استعمال کر کے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کر لے گی۔ مجھے یقین ہے ہم کامیاب ہوں گے "۔

ملکہ نے کہا :

"دیوتا تمہاری زبان مبارک کریں!"

زرکبیر نے کہا :

"عنبر، جیسا کہ تم یہ فرض خود اپنے ذمے لے چکے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد یمن کے دارالسلطنت جا کر حمورتی کے دربار میں رسائی حاصل کر کے اُسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش شروع کر دو۔"

"میں اِس مقصد کے لیے کل ہی روانہ ہو جاؤں گا زرکبیر! مجھے صرف یہ بتا دو کہ ہم آپس میں کس جگہ ملاقات کر سکیں گے؟"

یورکا نے کہا :

"میرے خیال میں یہ انگوروں کے باغ والا مکان ہماری بہترین پناہ گاہ ہے۔ ہم اِس جگہ ہر وقت پیغام بھجوا سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں۔ ملکہ عالیہ، شہزادہ اور حانو تو مستقل طور پر اسی جگہ رہیں گے۔ صرف میں اور زرکبیر فوجوں کے پاس ہوں گے۔ سرخ پہاڑوں کے غاروں سے تم بھی واقف ہو۔ وہ یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہیں۔ اگر تمہیں ہم دونوں میں سے کسی کو ملنے کی ضرورت محسوس ہو تو تم وہاں آ کر ہم سے ملاقات کر سکتے ہو۔"

"بہت بہتر، میں آج رات ہی اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا۔"

"ہم اِس وقت یمن کے ایک سرحدی گاؤں میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہاں سے یمن کا دارالسلطنت صنائی ایک دن ایک رات کے فاصلے

پڑے ہے۔ اگر تم آج شام چل پڑو تو کل شام ہونے تک تم صنائی پہنچ جاؤ گے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" عنبر نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

اُس نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ وہ یمن کے دارالحکومت صنائی میں ایک سوداگر کی بجائے حکیم کی صورت میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ حانو کے چچا نے اسے ایک کاروان سرائے کا پتہ دیا تھا جسے اُس کا ایک دور کا رشتے دار بوڑھا حبشی چلا رہا تھا۔ وہ حبشی عنبر کی مدد کر کے اُسے شہر میں کوئی ایسی دکان یا حویلی لے کر دے سکتا تھا جہاں بیٹھ کر وہ بیماروں کا علاج کر کے اپنا نام پیدا کر سکتا تھا۔ عنبر کے پاس کچھ سونے کے سکے محفوظ پڑے تھے۔ ملکہ نے اسے اپنا ایک قیمتی ہار دینا چاہا مگر عنبر نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ ملکہ عالیہ، مجھے اتنی دولت کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس ایسا فن ہے کہ میں بہت جلد دولت پیدا کر سکتا ہوں۔ لیکن میرا مقصد دولت پیدا کرنا نہیں ملکہ صنائی میں رہ کر شاہ یمن حمورتی کے دربار تک رسائی حاصل کرنا ہوگی۔"

"پھر بھی عنبر بیٹے، تمہیں ضروری اخراجات کے لیے پیسوں کی تو ضرورت ہوگی۔"

"اتنی رقم میرے پاس موجود ہے ملکہ عالیہ۔"

"جیسے تمہاری مرضی"

سارا دن عنبر تیاریوں میں مصروف رہا۔ دوسری طرف زرکیر اور یورکا بھی سُرخ پہاڑیوں کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ شام ہوئی سورج کی گرمی ذرا کم ہوئی تو عنبر نے بھی ملکہ اور شہزادے سے اجازت لی اور دارالحکومت عنائی کی جانب اپنا سفر شروع کردیا۔ اُس نے جانو اور اُس کے چچا کو تاکید کردی تھی کہ وہ شہزادے اور ملکہ کی پوری طرح دیکھ بھال کریں اور کسی حالت میں بھی کسی اجنبی پر اعتبار نہ کریں۔ اُسے یقین تھا کہ تجربہ کار جانو اور سمجھ دار چچا ان ہدایات پر ضرور عمل کریں گے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ مطمئن ہو کر سفر کر رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیوی بلطیس

•

یمن ایک رات کے فاصلے پر تھا کہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا عنبر نے ایک لمبا چوڑا صحرا عبور کر لیا تھا اور اب جس میدان میں سے گزر رہا تھا وہ چٹانوں اور چھوٹی چھوٹی جلی ہوئی سخت پہاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔ راستے میں کہیں کہیں پتھروں کے نیچے کوئی چشمہ اور تھوڑی بہت گھاس اُگی ہوئی مل جاتی اور عنبر گھوڑے کو تازہ دم کر لیتا۔ درخت کا کہیں دُور دُور تک نام و نشان تک نہ تھا۔ سخت پتھریلی زمین پر گھوڑا سست رفتاری سے چلا جا رہا تھا۔ گرمی بڑی شدید تھی۔ ایک پہاڑی کا موڑ کاٹ کر عنبر اچانک سامنے ایک سُرخ رنگ کا ٹیلہ دیکھ کر حیران سا رہ گیا۔ اس علاقے میں سُرخ رنگ کا پہاڑ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھا آہستہ آہستہ چلتا اُس پہاڑ کے قریب سے گزرنے لگا تو ایکا ایکی اُس کے کانوں سے ایک بوڑھی عورت کی کمزور اور غمگین آواز ٹکرائی۔

"ہے بابا! کوئی مسافر اس غریب عورت پر رحم کرے۔"

عنبر بڑا حیران ہوا کہ اس بربہ اجاڑ ویرانے میں یہ عورت کہاں

سے آ گئی ؟ وہ آواز کے پیچھے چلتا ہوا ایک جگہ آیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت زمین پر پتھر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی ہے اور بار بار یہی جملہ دُہرائے جا رہی ہے۔ عنبر اُس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے پوچھا :

"بی بی، تمہیں کیا تکلیف ہے ؟"

عورت نے اپنی بوڑھی پلکیں اٹھائیں تو عنبر کو یوں لگا جیسے اُن آنکھوں میں بڑی خوفناک کشش تھی۔ عورت کہنے لگی :

"بیٹا، دیوتا تمہارے نگہبان ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ میں تو بوڑھی ہوں اور اِس دُنیا میں کوئی دن کی مہمان ہوں۔ لیکن اس پہاڑ کے اندر ایک غار ہے۔ اِس غار میں میرا ایک جوان بیٹا مر رہا ہے۔ اُسے سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ اگر تم اس کی زندگی بچا سکتے ہو تو اُس کی مدد کرو۔ میں ساری زندگی تمہیں دُعا دوں گی !"

عنبر نے بوڑھی عورت سے کہا :

"بی بی، گھبراؤ نہیں۔ میرے پاس ایسی دوائی ہے کہ تمہارا بیٹا جلد اچھا ہو جائے گا۔ کیا وہ اس سامنے والے غار کے اندر ہے ؟"

"ہاں بیٹا، وہ اسی غار کے اندر پڑا ہے۔ دیوتاؤں کے لیے اِس بوڑھی عورت پر رحم کرو اور میرے بچے کی جان بچا لو !"

عنبر نے بوڑھی عورت کو تسلی دی اور گھوڑا باہر ایک پتھر کے

ساتھ باندھ کر غار کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ غار ایک نیم روشن سُرنگ نما تھا جس کی اُونچی چھت میں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ عنبر جُوں جُوں غار کے اندر جا رہا تھا، اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور روشنی کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ عنبر بڑا حیران تھا کہ آخر اس بوڑھی عورت کا بیٹا کہاں پڑا ہوا ہے۔ ایک جگہ پہلو میں عنبر نے ایک دروازہ دیکھا جس کے اندر سے کسی مرد کے آہستہ آہستہ کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی آدمی درد کی وجہ سے رو رہا ہے۔ عنبر سمجھ گیا کہ بوڑھی عورت کا بیٹا یقیناً اسی غار کے اندر ہے۔

وہ بے دھڑک اُس دروازے میں سے اندر داخل ہو گیا۔ اُس کا غار کے اندر داخل ہونا تھا کہ پیچھے ایک بھاری پتھر آن گرا اور دروازے کا منہ بند ہو گیا۔ عنبر نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ وہاں تو باہر جانے کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا۔ وہ پریشانی کے عالم میں پیچھے پلٹ کر پتھر کو ہلانے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ مگر وہ پتھر اِس قدر بھاری تھا کہ عنبر اگر ساری زندگی بھی لگا رہتا تو اُسے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی آدمی کے رونے کی آواز آنا بھی بند ہو گئی تھی۔ عنبر سوچ میں پڑ گیا کہ یہ معاملہ کیا ہے! کیا اُسے کسی سازش میں اُلجھایا گیا ہے؟ مگر یہاں اِس ویرانے میں اُس کا کون دشمن ہو سکتا تھا؟ اُس

نے سوچا کہ ہمت نہیں ہارنی چاہیے اور آگے چل کر معلوم کرنا چاہیے کہ اُس کے ساتھ یہ شرارت کون کر رہا ہے؟

غار میں اب روشنی کم ہو گئی تھی۔ پھر بھی ایک طرف سے روشنی کی ہلکی سی لکیر غار کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ عنبر روشنی کی اس لکیر کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔ غار موڑ گھوم گیا۔ اِس کے ساتھ ہی گرمی کی شدّت میں اضافہ ہونے لگا۔ وُہ تعجب کرنے لگا کہ یہ ٹھنڈے غار میں گرمی کہاں سے آ گئی۔ غار کے آخری سرے پر پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ ایک گہرے گڑھے میں لاوا کھول رہا تھا۔ یہ گڑھا ایک کنوئیں کی طرح تھا۔ عنبر کے بدن میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اُس کو بوڑھی عورت نے اپنی سازش میں پھنسا دیا تھا۔ یقیناً وہ عورت کوئی جادوگرنی یا چڑیل تھی۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سارا غار خوفناک قہقہوں سے گونج اٹھا۔ وُہ غار کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ قہقہے کسی بہت بڑے جن کے معلوم ہو رہے تھے۔ عنبر نے سُن رکھا تھا کہ مین کے راستے میں کہیں کہیں غاروں میں فراعنہ مصر کے وقتوں کی غم زدہ پریشان رُوحیں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔

مگر عنبر نے کبھی ان کی پروا نہیں کی تھی۔ اب وہ اُس جگہ پھنس گیا تھا جو بھٹکتی ہوئی روحوں کا ٹھکانہ تھی۔ عنبر پیچھے ہٹنے لگا۔ مگر پیچھے بھی اب راستہ بند ہو چکا تھا۔ بائیں جانب اسے ایک چھوٹے

سے غار کا منہ دکھائی دیا۔ وُہ بے دھڑک ہو کر اس غار میں داخل ہو گیا۔ یہ غار کیا تھی ایک قسم کا قید خانہ تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی غار کا منہ بند ہو گیا اور عنبر پتھروں کی بنی ہُوئی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں قید ہو کر رہ گیا۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ اُس کے ساتھ کیا واقعہ گزر رہا ہے۔ خواہ مخواہ اُس نے بوڑھی عورت کی آواز پر رُک کر اُس سے حال پُوچھا۔ اچھا بھلا وہ اپنے سفر پر جا رہا تھا۔

"اے نوجوان، مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ میں اِس پہاڑی علاقے کا سب سے بڑا اور سب سے طاقت ور دیو ہُوں۔ مَیں نے بوڑھی عورت کا روپ دھار کر تجھے اندر بُلایا اور اب تجھے کھا کر اپنی بھُوک مٹاؤں گا۔"

یہ آواز غار کی چھت کی طرف سے آ رہی تھی۔ عنبر سمجھ گیا کہ کسی پریشان بدرُوح کے شکنجے میں پھنس گیا ہے اور اب یہاں سے اُس کا آسانی سے نکلنا بڑا مشکل ہے۔ بھُوت کی آواز نے ایک پل کے لیے اُسے پریشان بھی کیا۔ پھر وہ اپنے حواس کو قابو میں رکھتے ہُوئے بلند آواز سے بولا:

"تم مجھے نہیں کھا سکو گے اے انجان بھُوت!"

جن کا ایک بھیانک قہقہہ گونجا:

"ہا ہا ہا ہا، اے کمزور انسان، تجھے اپنی طاقت پر یہ گھمنڈ ہے؟

تو بد قسمت ہے کہ اِدھر آ گیا۔ تجھے تیری موت ہی گھیر کر میرے پاس لائی ہے۔ اب دُنیا کی کوئی طاقت تجھے میری قید سے رہائی نہیں دلا سکتی۔ مَیں ابھی تجھے ہڑپ کر جاؤں گا۔"

عنبر کو معلوم تھا کہ جن ایسا نہ کر سکے گا۔ کیونکہ وُہ مَر نہیں سکے گا اور چونکہ وہ مَر نہیں سکتا اس لیے جن اپنی ہر کوشش میں ناکام ہوگا۔ اس نے پھر بلند آواز میں کہا :

"اے ناسمجھ بھُوت، تو نے مجھے یہاں بُلا کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ اِس کا احساس ابھی تمہیں ہو جائے گا۔"

"بکواس بند کرو اور میرا ناشتہ بننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"مَیں تیار ہُوں، تم اپنا کام شروع کرو۔"

اچانک غار کی چھت شق ہو کر پھٹی اور ایک لمبے لمبے سینگوں والا اُونچا لمبا سیاہ بھُوت مُودار ہو کر سامنے آ گیا۔ اُس کے نوکیلے دانت ٹھوڑی سے بھی نیچے آ رہے تھے اور سُرخ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ ناخون لمبے لمبے اور نوکیلے تھے۔ سارے بدن پر ریچھ کی طرح سیاہ بال اُگے تھے۔ اُس کا خیال تھا کہ عنبر اُسے دیکھ کر بے ہوش ہو جائے گا۔ لیکن اس کی بجائے عنبر بڑے سکون سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور جن کو دیکھتے ہُوئے بولا :

"تھوڑی دیر بعد تم میرے غلام ہو گے۔ بہتر یہی ہے کہ ابھی یہاں سے بھاگ جاؤ اور پھر کبھی مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔"

جِنّ مکروہ قہقہہ مار کر ہنسا :

"مَیں تمہاری زبان تالو سے کھینچ لوں گا"

اتنا کہہ کر جِنّ نے اپنا بہت بڑا ہاتھ آگے بڑھایا اور عنبر کو مٹھی میں لے کر ہاتھ اوپر اٹھا لیا۔ عنبر اس کے ہاتھ میں یوں آ گیا جیسے ہاتھی کی سونڈ میں بلّی کا چھوٹا سا بچّہ ہو۔ عنبر نے کوئی حرکت نہ کی۔ جِنّ نے محسوس کیا کہ اُس کے ہاتھ میں آگ کا انگارہ آ گیا ہے۔ اُس نے چیخ مار کر ہاتھ کو جھٹک دیا اور عنبر دُور جا گرا۔ پتھروں پر گرنے سے عنبر کو کوئی چوٹ نہ آئی۔ جِنّ غضب ناک ہو گیا۔ اُس نے پاؤں آگے بڑھا کر عنبر کے اُوپر رکھ دیا اور چاہتا تھا کہ اُسے کچل کر رکھ دے کہ اُس نے دوبارہ چیخ مار کر پاؤں کو جھٹک دیا۔ اُسے یوں لگا جیسے اس نے اپنا پاؤں آگ میں ڈال دیا ہو۔

جِنّ اور زیادہ غصّے میں آ گیا۔ اب اُس نے ایک بہت بڑا پتھر اٹھایا اور دونوں ہاتھوں سے پُوری طاقت کے ساتھ عنبر کے اُوپر پھینک دیا۔ اتنا بڑا پتھر اگر کبھی دو منزلہ عمارت پر گرتا تو وہ چکنا چُور ہو جاتی۔ مگر عنبر کے اُوپر گرتے ہی پتھر روئی کے گالے کی طرح پرے جا گرا اور عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔ اُس نے بلند آواز میں کہا :

"میں نے کہا تھا ناں کہ تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ لو اب میرے انتقام کے لیے تیار ہو جاؤ"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے تلوار کھینچ کر ایک بھرپور وار جن کے پاؤں پر کیا۔ بجلی کا شعلہ سا لپکا اور جن کا ایک پیر کٹ کر الگ ہوگیا۔ جن نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ سارے غار میں زلزلہ آگیا اور چھت سے بڑے بڑے پتھر گر کر ٹوٹنے لگے۔

عنبر نے دوسرا وار کیا تو جن زمین پر گر پڑا۔ عنبر نے ایک پل ضائع کیے بغیر تلوار سے جن کی دونوں آنکھوں کو زخمی کر دیا۔ جن اندھا ہو چکا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مگر عنبر کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتا تھا۔ وہ عنبر کو ذرا سا ہاتھ لگاتا تو اُس کا ہاتھ جل جاتا اور وہ چیخنے لگتا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تلوار ماری اور جن کی گردن کٹ کر علیحدہ ہوگئی۔ جن مر گیا۔ جن کے مرتے ہی غار کا پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ لاوے کا کھولتا ہوا کنوآں غائب ہوگیا اور غار میں روشنی ہوگئی۔ عنبر روشنی کی طرف آگے بڑھنے لگا۔

یہ روشنی غار کے باہر سے آرہی تھی۔ عنبر تھوڑی دیر بعد غار سے باہر آگیا۔ باہر وہ بوڑھی عورت غائب ہو چکی تھی اور اُس کا گھوڑا اُسی طرح پتھر کے ساتھ بندھا سوکھی گھاس کھا رہا تھا۔ عنبر کو یہ سب کچھ ایک ڈراؤنے خواب کی طرح معلوم ہوا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ اس قسم کا خوفناک تجربہ اُس کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا۔ پھر بھی اسے اس بات کی خوشی تھی کہ

اُس نے شیطانی دیو کو ہلاک کر دیا اور اب وہ دُوسرے بے گناہ مسافروں کو ہلاک نہ کر سکے گا۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ عنبر نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وُہ آرام کیے بغیر ساری رات سفر کرنا چاہتا تھا تاکہ صبح صبح یمن کے دارالحکومت صنائی میں پہنچ جائے۔

آسمان پر ستارے چمکنے لگے تھے۔ وہ سفر کر رہا تھا اور رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ارد گرد ویرانے میں گہری خاموشی چھائی ہُوئی تھی۔ اچانک فضا میں کسی شیر کی دھاڑ گونج اُٹھی شیر کی خوفناک گرج سُن کر گھوڑا ڈر کر اُچھلا اور عنبر اگر اُسے قابو میں نہ رکھتا تو وُہ ضرور اُسے پتھروں پر گرا کر بھاگ جاتا۔ عنبر جلدی سے گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ اُس نے گھوڑے کو ایک پتھر کے ساتھ کس کر باندھ دیا اور تلوار کھینچ کر پتھر کی اوٹ میں بیٹھ کر شیر کا انتظار کرنے لگا۔ وُہ تلوار سے شیر کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اگرچہ اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ اُس نے اس سے پہلے کبھی بھی شیر کا شکار نہیں کیا تھا۔ مگر اُس کا دل مضبوط تھا اور اُسے یقین تھا کہ شیر کو مار ڈالے گا۔

شیر کی گرج ایک بار پھر گونجی۔ اب کے شیر کی آواز بہت قریب سے سنائی دے رہی تھی۔ گھوڑے نے اُچھلنا کُودنا بند کر دیا تھا۔ اس کے بدن پر لرزہ طاری تھا اور وہ سہما ہوا کھڑا تھا۔ ایک دم سے شیر پتھروں کے عقب سے نمودار ہوا اور اُس نے

عنبر پر چھلانگ لگائی۔ عنبر نے زور سے تلوار کا وار کیا۔ تلوار کا وار خالی گیا۔ شیر ایک بار پھر عنبر پر حملہ آور ہُوا۔ عنبر نے زور سے دوسری بار تلوار کا وار کیا۔ شیر اِس دفعہ بھی بچ گیا۔ تیسری بار حملہ کرنے کی بجائے شیر ذرا دُور کھڑا ہو کر عنبر کی طرف دیکھ کر غرّانے لگا۔ عنبر تلوار ہاتھ میں لیے اُٹھ کھڑا ہُوا اور قدم قدم شیر کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اِس لیے بھی بے دھڑک ہو گیا تھا کہ اُسے اپنے بارے میں تو معلوم ہی تھا کہ وہ مرے گا نہیں۔ مرے گا تو شیر ہی۔ اِس خیال نے اُسے بڑی طاقت دی اور وہ تلوار ہاتھ میں لیے شیر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ایکا ایکی وہ ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر زمین پر گر پڑا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا گری۔ تلوار کا گرنا تھا کہ شیر چھلانگ لگا کر عنبر کے اُوپر آ گیا۔ اُس نے پُوری طاقت سے عنبر کو ایک تھپیڑ مارا۔ شیر کا بھرپور تھپیڑ اگر ہاتھی بھی کھا لے تو اُس کا چہرہ اُڑ جاتا ہے۔ مگر عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا بلکہ اُلٹا شیر کا پنجہ زخمی ہو گیا۔ شیر نے دوسری بار عنبر کی گردن پر پنجہ مارا۔ مگر اس دفعہ بھی عنبر بچ گیا اور شیر کے پنجے سے خون بہنے لگا۔

شیر غصّے میں زور سے گرجا اور اس نے عنبر کا چہرہ سالم کا سالم اپنے منہ میں ڈال لیا۔ عنبر نے شیر کے منہ میں جا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے ایک پل کے لیے بھی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔ شیر

نے اپنے لمبے نوکیلے دانت عنبر کی گردن میں ڈالے ہوئے تھے مگر عنبر کو ذرا سی بھی درد نہیں ہو رہی تھی۔ شیر نے دو ایک بار زور سے جھٹکا دیا تاکہ عنبر کی گردن دھڑ سے الگ ہو جائے۔ مگر بجائے گردن الگ ہونے کے شیر کے دونوں دانت ٹوٹ گئے اُس نے درد کی شدّت سے چیخ کر منہ کھول دیا اور عنبر نے جھٹ اپنا سر نکال لیا۔ اب عنبر کی باری تھی۔ اس نے شیر کی گردن کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ اُس وقت عنبر کے ہاتھوں میں زبردست طاقت آگئی تھی اور شیر کو یُوں محسوس ہوا جیسے اس کی گردن چکّی کے دو پاٹوں کے بیچ میں آگئی ہے۔ اس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی اور اُس کے ساتھ ہی شیر غائب ہو گیا اور اس کی جگہ ایک انتہائی خُوب صُورت نازک سی عورت کی گردن عنبر کے پنجوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ عنبر نے فوراً اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔

خوبصورت عورت اپنی گردن کو سہلانے لگی اور بولی :

" اے نوجوان' مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھ کو معاف کر دے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تو عام انسان نہیں ہے بلکہ کوئی آسمانی دیوتا ہے "

عنبر نے کہا :

" میں آسمانی دیوتا نہیں ہُوں، بلکہ ایک عام انسان ہُوں "

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، ایک عام انسان کے پاس اتنی طاقت کبھی نہیں ہو سکتی جتنی طاقت تمہارے پاس ہے۔ تم یقیناً آسمانی دیوتا ہو۔ تمہیں اِس کا علم نہیں ہے!"

"مجھے اس کا اچھی طرح علم ہے کہ مَیں ایک عام انسان ہُوں اور کوئی آسمانی دیوتا نہیں ہُوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میری قسمت میں مرنا نہیں لکھا ہُوا!"

"کیا کہا؟ تمہاری قسمت میں مرنا نہیں لکھا؟"

"ہاں!"

"تو کیا تم ہمیشہ سے زندہ ہو؟"

"ہاں، میں دو ہزار برس سے زندہ ہُوں۔ یہ ایک راز ہے جو مَیں تم پر ظاہر کر رہا ہُوں!"

خُوب صُورت عورت نے عنبر کی طرف دیکھ کر مُسکرا کر کہا:

"میری قسمت میں بھی ہمیشہ کی زندگی لکھی ہُوئی ہے۔ مَیں بھی کبھی نہیں مَر سکتی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم دونوں شادی کر لیں اور ساری زندگی اِس پُر فضا وادی میں بسر کریں۔ قیامت تک زندہ رہیں!"

عنبر نے کہا:

"مَیں ایسا نہیں کر سکتا۔ مَیں ایک مقصد لے کر گھر سے نکلا ہُوں۔ اور جب تک میرا وُہ مقصد پُورا نہیں ہو جاتا مَیں چَین سے نہیں بیٹھ سکتا!"......

"وہ بات کیا ہے اے نوجوان ؟"

"مَیں تجھ سے بیان نہیں کروں گا۔ یہ ایک راز ہے جو میرے دل میں پوشیدہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے مَیں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔"

"مجھے ربّ عظیم کی مدد کے سوا اور کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

عورت نے خُوش ہو کر کہا :

"مَیں تمہارے کردار کی بلندی سے بے حد خوش ہُوں۔ تم صرف ایک طاقت ور انسان ہی نہیں ہو بلکہ ایک عظیم کردار کے مالک انسان بھی ہو۔ تم مجھے اپنی زندگی کا مقصد بے شک نہ بتاؤ۔ لیکن اتنا ضرور بتا دو کہ میں تمہاری اور کیا مدد کر سکتی ہُوں ؟"

"تمہارا شکریہ، مگر تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے ؟"

"میرا نام دیوی بلطیس ہے اور مَیں ربّ مردوک کے دربار سے ٹھکرائی ہُوئی رُوح ہُوں۔ مَیں نے ایک گناہ کیا تھا جس کی سزا مجھے یہ ملی کہ مَیں شیرنی بن کر اپنی خوراک پیدا کرنے پر مجبور ہُوں۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہاری چھوٹی سے چھوٹی کیا خدمت کر سکتی ہُوں ؟"

عنبر نے کہا :

"مَیں یمن کے دارالحکومت صنائی جا رہا ہُوں۔ مجھے وہاں بہت ضروری کام ہے۔ وہاں سے واپس آ کر اگر یہاں سے گزرا اور کوئی کام ہُوا تو تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ اس وقت میں اکیلا ہی اپنی مدد

کروں گا۔"

دیوی بلبلیس نے کہا :

"اے عظیم کردار کے مالک نوجوان، مجھے تمہاری باتوں سے کسی شاہی خاندان کی بُو آتی ہے۔ کیونکہ ایک اعلیٰ خاندان کا نوجوان ہی اتنا بلند ہمت اور بلند کردار ہو سکتا ہے۔"

عنبر کہنے لگا :

"دیوی بلبلیس، مَیں اِس موضوع پر بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ بہرحال تمہارا شکریہ ــــ واپسی پر ملاقات ہوگی۔"

عنبر گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھنے لگا تو دیوی بلبلیس نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک کر کہا :

"ملک یمن کے شہر صنائی کے باہر ایک ویران مندر میں میری چھوٹی بہن سائیکہ رہتی ہے، یہ لو میری انگوٹھی۔ وہاں اگر تمہیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہُوئی تو ویران مندر میں جا کر تین بار میری بہن کو آواز دینا اور اُسے یہ انگوٹھی دکھانا وہ تمہاری ضرور مدد کرے گی۔"

"مَیں تمہارا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہُوں بلبلیس۔"

"دیوتا تمہارے نگہبان ہوں۔"

عنبر نے دیوی بلبلیس سے انگوٹھی لے کر جیب میں رکھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ اُس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ دیوی بلبلیس غائب ہو چکی تھی۔ عنبر کے سوار ہوتے

ہی گھوڑے نے بھی شاید اطمینان کا سانس لیا تھا۔ کیونکہ جتنی دیر عنبر دیوی بلبلیس سے باتیں کرتا رہا، گھوڑا تھر تھر کانپتا رہا تھا۔ جُوں ہی دیوی بلبلیس غائب ہوئی گھوڑے کی جان میں جان آئی اور عنبر نے سوار ہو کر باگیں ڈھیلی چھوڑیں تو گھوڑا سرپٹ دوڑنے لگا۔ اُس وقت رات گزر چکی تھی اور آسمان پر صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی تھی۔ اِس صبح کی روشنی میں عنبر کو مین کے شہر حنائی کے مکان اور فصیلِ شہر کے بُرج صاف نظر آرہے تھے۔

قتل کی سازش

•

دن چڑھے عنبر یمن کے دارالسلطنت صنائی پہنچ گیا۔

اُس زمانے میں حمورابی کے دورِ حکومت میں صنائی ایک خوشحال اور ترقی یافتہ شہر تھا۔ بازاروں اور گلیوں میں صفائی کا بڑا اچھا انتظام تھا اور دکانیں ریشمی کپڑے، گرم مصالحے، زیتون کے تیل اور دوسرے ضروری سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ لوگ امن پسند تھے۔ حمورابی کے اخلاقی قانون کی وجہ سے ہر طرف امن امان تھا اگر کوئی پریشانی تھی تو صرف یہ کہ شاہ بابل بخت نصر کی جانب سے ہر وقت حملے کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ حمورابی نے اگرچہ کافی فوج جمع کر رکھی تھی، پھر بھی شاہ بخت نصر کے مقابلے میں اُس کی فوج کا سازوسامان کم تھا۔ اصل میں حمورابی نے تخت پر بیٹھتے ہی ساری توجہ اپنے ملک کے لوگوں کی حالت کو بہتر بنانے کی طرف زیادہ توجہ دی تھی۔ جنگ کی تیاریوں کی طرف سے وہ غافل رہا تھا۔ شاہ بابل کی طرف سے حملے کے خطرے نے اُسے بیدار کر دیا تھا اور اب وہ بھی دن رات جنگی تیاریوں میں لگا ہُوا تھا۔

عنبر اتنے بڑے شہر میں اجنبی تھا۔ وہ اس کاروان بسرائے

کا پتہ معلوم کرنے لگا جس کے مالک کے پاس حانو کے حبشی چچا نے اسے روانہ کیا تھا۔ یہ کاروان سرائے شہر کے وسط میں تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک دُبلا پتلا سفید بالوں والا کالا حبشی ایک بڑی سی چوکی پر بیٹھا لوہے کی ایک کڑاہی میں زیتون کا تیل ڈالے مچھلی تل رہا ہے۔ اندر تیل کا دُھواں اور تیز بُو پھیلی ہُوئی تھی۔ عنبر نے پُوچھا :

"میں اِس کاروان سرائے کے مالک سے ملنا چاہتا ہُوں"

اُس آدمی نے کہا :

"مَیں ہی مالک ہُوں۔ تم کہاں سے آئے ہو ؟"

جب عنبر نے اُسے بتایا کہ وہ حانو کے چچا کے پاس سے آ رہا ہے جس کا انگوروں کا باغ ہے۔ تو وہ حبشی مالک بڑا خوش ہوا اور اُس نے عنبر سے کہا :

"یہاں بیٹھ جاؤ نوجوان، تمہارا نام کیا ہے ؟"

"میرا نام عنبر ہے"

"تم یہاں کیا کرنا چاہتے ہو ؟"

"مَیں یہاں ...."

حبشی مالک نے اُس کی بات کاٹ کر کہا :

"یہاں کاروبار کرنے کے لیے بہت سرمائے کی ضرورت ہے بیٹیا۔ اِس لیے کہ یہاں کے حالات پُر امن ہیں مگر چیزیں بڑی

مہنگی ہیں۔ اِس لیے کہ ہم لوگ جنگی تیاریاں کر رہے ہیں"
عنبر نے پوچھا :
"جنگی تیاریاں ؟ مگر کس کے خلاف ؟"
"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر ہم پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے ؟ ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور اُسے ایسا سبق سکھائیں گے کہ پھر وُہ ساری زندگی یمن کا رُخ نہ کر سکے گا"!
عنبر بولا :
"اِس جدوجہد آزادی میں میری تلوار بھی یمن والوں کے ساتھ شاہ بابل کی حملہ آور فوجوں کا مقابلہ کرے گی"!
"شاباش نوجوان، ہم اپنے ملک میں آنے والے ہر نوجوان سے یہی توقع رکھتے ہیں۔ ہاں یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس قسم کا کاروبار کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ؟"
عنبر نے کہا :
"مَیں آپ کو یہ بتانا بھول گیا ہوں کہ مَیں نے طبابت کا فن سیکھا ہُوا ہے۔ مَیں اِس شہر میں طبابت کر کے روزی کمانا چاہتا ہُوں، اگر آپ اِس سلسلے میں میری کوئی مدد کریں تو میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا"!
"مگر برخوردار میں تمہاری کس قسم کی مدد کر سکتا ہُوں۔ اب میں یہ تو نہیں کر سکتا کہ اِدھر اُدھر سے بیماروں کو کندھے پر

اُٹھا کر تمہارے پاس لاتا رہوں ۔"

"نہیں نہیں محترم، اس کی ضرورت نہیں۔ آپ صرف میری اتنی مدد کریں کہ مجھے اس شہر میں کسی موزوں جگہ پر کوئی بارہ دری یا چوبارہ یا حویلی لے دیں۔ جہاں میں اپنا ہسپتال کھول کر بیماروں کا علاج کر سکوں ۔"

" یہ کام مَیں ضرور کر دوں گا۔ لیکن جب تک میں تمہارے لیے کوئی بہتر جگہ تلاش نہیں کرتا، تم ایسا کرو کہ میری اس سرائے کے پیچھے ایک چوبارہ خالی ہے۔ تم وہاں اپنا عارضی ہسپتال بنا سکتے ہو۔ کیا تم راضی ہو ؟"

عنبر نے سوچا کہ جب تک کوئی اچھی جگہ نہیں ملتی، سرائے کے چوبارے میں ہی کام کرنا چاہیے اور چل پھر کر ذرا شہر کے سیاسی حالات دریافت کرنے چاہئیں اور اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ شاہ یمن کے دربار تک کس طرح رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔ اُس نے کہا :

"ٹھیک ہے محترم، میں تیار ہوں ۔"

" شاباش، آؤ میرے ساتھ ۔"

سرائے کا مالک عنبر کو ساتھ لے کر سرائے کے پچھواڑے چوبارے میں آگیا جو خالی پڑا تھا۔ اگرچہ یہ جگہ بڑے بازار سے ہٹ کر تھی۔ مگر عنبر کا مقصد کاروبار کرنا نہیں تھا۔ اِس لیے

اُس نے کہا :

"یہ جگہ مجھے پسند ہے، آپ کا شکریہ محترم۔ میں آج سے ہی یہاں کام شروع کر دوں گا۔"

سرائے کے مالک نے کہا :

"میں شہر کے با اثر لوگوں سے تمہارا تعارف کروا دوں گا۔ اس طرح لوگوں کو تمہارے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ تم حکیم ہو اور پھر وہ لوگ تمہارے پاس علاج کی غرض سے آنا شروع ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، مَیں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔"

سرائے کا مالک بہت شریف اور ذمّے دار آدمی تھا۔ اُس نے شام ہونے سے پہلے پہلے لوگوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ ملک افریقہ سے ایک بہت ہی لائق حکیم اُس کی سرائے میں اُترا ہے اور بیماروں کا علاج بڑی کامیابی سے کرتا ہے۔ دو تین روز کے اندر اندر یہ بات سارے شہر میں پھیل گئی۔ اِس اثنا میں عنبر نے بھی اپنے چھوٹے سے ہسپتال میں ہر بیماری کی دوا شیشی میں ڈال کر رکھ لی تھی۔ اُس کے پاس مریض عورتیں، بچے اور بوڑھے آنا شروع ہو گئے۔ عنبر نے اُونچے طبقے میں کافی واقفیت پیدا کر لی تھی۔ اِس کے مطب میں دربار حمورابی کے اُمراء کی بیگمات بھی آتی تھیں جن کی زبانی انہیں معلوم ہوتا رہتا تھا کہ بادشاہ حمورابی

کیا سوچتا ہے۔

کیوں کہ دربار کی سوچ بادشاہ کی سوچ ہوتی ہے۔ لیکن اُس نے محسوس کیا کہ جمورتی ذرا مختلف بادشاہ ہے۔ وہ اپنے فیصلوں کے لیے دربار کا پابند نہیں ہے۔ یہ بات پہلی بار اُس نے محسوس کی تھی۔ دو ہزار برسوں سے وُہ دیکھتا آیا تھا کہ بادشاہوں کو درباریوں نے اپنے قابو میں کیے ہوا تھا۔ وزیر اور بڑے مندر کے پجاری بادشاہ کی رائے پر حکومت کرتے تھے۔ مگر یہاں ایک مختلف بادشاہ تھا۔ وہ درباریوں سے مشورہ ضرور لیتا تھا مگر فیصلہ اُس کا اپنا ہوتا تھا۔ وہ خود سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا اور اسی پر عمل کرتا۔

عنبر کو اِس شہر میں کام کرتے ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ اس دوران میں اُسے شہزادے، ملکہ اور زرکسیر کی طرف سے کسی قسم کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ایک روز وہ ایک بیمار کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک اجنبی اُس کے ہسپتال میں داخل ہوا۔ اس نے اپنا منہ سر کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا۔ وہ ایک طرف ہو کر لکڑی کے تختے پر بیٹھ گیا۔ عنبر نے سوچا کہ یہ بھی کوئی مریض ہے۔ جب وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا تو اجنبی نے اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ وُہ یورکا تھا۔ عنبر اپنے پُرانے ساتھی کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ وُہ یورکا کو لے کر اندر کمرے میں آ گیا۔

یورکا نے کہا :
"عنبر، کیا تم نے حمورابی کے دربار میں رسائی حاصل کرنے میں کوئی کامیابی حاصل کی ؟"
عنبر نے کہا :
"ابھی تک مَیں صرف چند ایک درباریوں کے ساتھ تعلقات پیدا کر سکا ہوں ۔ میرا خیال ہے کہ مَیں ایک آدھ مہینے کے اندر اندر دربار میں پہنچ جاؤں گا ۔"
"اُس وقت تک بڑی دیر ہو جائے گی عنبر، ذرکسیر نے ساری وفادار فوج کو ایک جگہ جمع کر لیا ہے ۔ ہمارے خفیہ جاسوسوں نے اطلاع دی ہے کہ شاہ بابل اس سال یمن پر حملہ کر دے گا ۔"
"تو پھر کیا کیا جائے ۔ حمورابی کے دربار تک پہنچنا خاصا مشکل کام نظر آ رہا ہے ۔"
"مگر تمہارے لیے تو یہ کام مشکل نہیں ہونا چاہیے تھا ۔"
"ٹھیک ہے ، مگر مَیں پہلی بار محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے وقت محسوس ہو رہی ہے ۔ لیکن میں کامیاب ضرور ہوں گا ۔ تم میری طرف سے ذرکسیر کو جا کر اطلاع کر دو کہ وہ کچھ روز اور صبر کرے ۔"
"مَیں موسم بہار میں تمہارے پاس آؤں گا ۔"
"ہاں ، موسم بہار میں مجھے پوری اُمید ہے کہ مَیں کامیاب ہو جاؤں گا ۔ ہو سکتا ہے پھر مَیں تمہیں بادشاہ کے دربار میں ہی ملوں ۔"

"اب مجھے اجازت دو۔ مجھے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

عنبر نے اُس سے شہزادے اور ملکہ کے بارے میں پُوچھا تو اُس نے کہا:

"وُہ بالکل خیریت سے ہیں اور جانو کے ساتھ اُس کے چچا کے گھر میں بالکل محفوظ ہیں۔"

"یہ تم لوگوں کا فرض ہے کہ اُن کی ہر حالت میں حفاظت کرو۔ اگر وُہ دُشمن کے قابو میں آ گئے تو ہمارے لیے نینوا کا تخت حاصل کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

"تم فکر نہ کرو عنبر، دُشمن اُن کے قریب تک نہیں پھٹک سکتا۔ وہ سارا دن تہہ خانے میں رہتے ہیں۔ صرف رات کو تھوڑی دیر کے لیے باہر آ کر انگوروں کے باغ میں ٹہل لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، مجھے تم لوگوں سے یہی اُمید تھی۔"

یورکا واپس چلا گیا۔

عنبر سوچنے لگا کہ اگر وُہ اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے حالات کے بدلنے کا انتظار کرتا رہا تو اُسے بہت دیر ہو جائے گی۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جلد از جلد حمورابی کے دربار تک پہنچا جائے۔ وہ انھی خیالات میں سارا دن غلطاں رہا۔ رات کو ہسپتال کا دروازہ بند کر کے وہ سو گیا۔ آدھی رات گزر چکی تھی کہ اچانک کسی نے اُسے جگایا۔

"کون ہو تم؟" عنبر نے ہڑبڑا کر اُٹھتے ہوئے پُوچھا۔
اجنبی ایک بُوڑھی عورت تھی۔ اُس نے رو کر کہا:
"بیٹا، میری بیٹی بہت سخت بیمار ہے۔ وہ مرنے والی ہے۔ وُہ میرے گھر پر پڑی ہے۔ دیوتا تم پر مہربان ہوں۔ چل کر اُس کی جان بچالو۔ وُہ میری اکیلی بیٹی ہے۔"
عنبر کے دل میں اُس عورت کے لیے بڑی ہمدردی پیدا ہُوئی وہ اُسی وقت تیار ہو کر، ضروری دوائیں ساتھ لے کر بوڑھی عورت کے ساتھ چل پڑا۔ وہ عورت شہر کی سنسان گلیوں میں سے نکل کر شہر کے باہر ایک ویران سے مکان میں آگئی۔
"اندر آجاؤ بیٹا۔"
عنبر مکان کے اندر داخل ہُوا تو کسی نے اس کی گردن پر خنجر کی نوک رکھ کر کہا:
"چُپ چاپ اِدھر آجاؤ!"
عنبر چُپ چاپ اس کے ساتھ ایک طرف آگیا۔ مکان کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ بوڑھی عورت بھی کہیں غائب ہو گئی۔ شمعدان کی لَو اُونچی کر دی گئی۔ اُس کی روشنی میں عنبر نے دیکھا کہ ایک آدمی تخت پر پڑا ہے اور اس کے بازو پر گہرا زخم لگا ہے۔
"اس کا علاج کرو۔ تمہیں منہ مانگا انعام ملے گا۔ اگر تم نے انکار کیا اور کسی کو خبر کی تو تمہاری گردن قلم کر کے تمہارے گھر

کو آگ لگا دی جائے گی؟"

عنبر نے محض انسانی ہمدردی کی خاطر مریض کا زخم دیکھنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ کسی سے خوف ہرگز نہیں کھاتا تھا۔ کوئی اُس کا کچھ بگاڑ بھی تو نہیں سکتا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ اُس کے بازو پر تلوار کا زخم لگا تھا۔ اُس نے مریض کا زخم گرم پانی سے دھو کر دوائی لگانی شروع کر دی۔ اِسی دوران میں وُہ لوگ جو شکل وصُورت سے ڈاکو معلوم ہوتے تھے، آپس میں کسی اجنبی زبان میں باتیں کرتے رہے۔ اُن کا خیال تھا کہ عنبر اس زبان سے واقف نہیں۔ مگر عنبر وُہ زبان جانتا تھا۔ وُہ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ بادشاہ حموربی کے محل میں داخل ہو کر اُسے قتل کر دیا جائے اور یُوں بخت نصر کے حملے کے لیے راہ ہموار کی جائے۔

اب عنبر سمجھ گیا کہ یہ لوگ شاہ بابل کے جاسوس ہیں اور مین میں بادشاہ کو قتل کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ وُہ مریض کے بازو پر بڑے انہماک سے پٹی باندھ رہا تھا اور یُوں ظاہر کر رہا تھا جیسے وُہ اُن کی باتوں کو ہرگز نہیں سمجھ رہا۔ وُہ لوگ اِس نتیجے پر پہنچے کہ جشن نوروز کی رات کو جب کہ بادشاہ حموربی دن بھر کے ہنگاموں سے چُور ہو کر رات کو بے خبر سو رہا ہوگا تو اُس کے محل کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیا جائے۔ عنبر پٹی کر چُکا تھا۔ ایک ڈاکو نے اُس کی طرف چاندی کے کچھ سکے پھینک

کر کہا :

"تمہارا شکریہ دوست، لیکن یاد رکھنا۔ ہرگز ہرگز کسی سے بات نہ کرنا کہ تم آدھی رات کو اس مکان میں آئے تھے۔ اگر تم نے کسی سے بات کی تو ہم تمہیں قتل کر کے تمہارے مکان کو آگ لگا دیں گے اور ہمارے لیے یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"حضور، میں تو ایک معمولی حکیم ہوں۔ میرا کام ہی بیماروں اور دکھی لوگوں کا علاج کرنا ہے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کسی سے آپ کے بارے میں بات کروں۔ آپ بالکل فکر نہ کریں اور پھر کیا مجھے اپنی جان اور اپنا مکان عزیز نہیں ؟"

دوسرا ہٹا کٹا ڈاکو بولا :

"شاباش، تم ایک سمجھ دار نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اب چپکے سے یہاں سے نکل جاؤ اور خبردار، پیچھے مڑ کر مت دیکھنا"

"بہت بہتر حضور"

عنبر جان بوجھ کر بڑی نرمی سے کام لے رہا تھا۔ اس نے جھک کر سلام کیا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ حنائی کی گلیاں آدھی رات کو سنسان پڑی تھیں۔ وہ بہت جلد اپنے گھر پہنچ گیا۔ دروازہ بند کر کے وہ بستر پر لیٹ گیا اور ایک منصوبے پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے جو کام وہ ایک سال

ہیں کر سکتا تھا۔ ربِ عظیم نے وہی کام ایک دن میں اُس کے لیے کر دیا تھا۔ جشنِ نوروز کی رات اُس کے دماغ میں شمع بن کر چمکنے لگی تھی۔ یہ بڑا نادر موقع تھا۔ وہ اِس موقع سے پُورا پُورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اُس رات میں ابھی دو دن پڑے تھے۔ وہ اِن دو دنوں کے اندر اندر اپنے منصوبے پر عمل کر دینا چاہتا تھا۔ یہی سوچتے سوچتے وہ سو گیا۔ صبح اُس کی آنکھ کھُلی تو دِن کافی چڑھ آیا تھا اور اُس کے مکان کے باہر مریض بیٹھے اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ اُس نے دروازہ کھول دیا اور مریضوں کو دوائی دینے لگا۔ اِن مریضوں میں ایک سپاہی بھی تھا جو بادشاہ حمورّبی کے دربار کے باہر پہرہ دیتا تھا۔

عنبر نے اُس سے باتوں ہی باتوں میں پُوچھا کہ جشنِ نوروز کے موقع پر کیا کیا ہوگا؟

سپاہی نے خوش ہو کر بتایا کہ یہ ہمارا قومی دن ہوتا ہے۔ اس روز سارا دن دربار میں خوشیاں منائی جائیں گی۔ بادشاہ سلامت درباریوں میں انعام تقسیم کریں گے۔

عنبر کو معلوم ہوا کہ جشن کے روز سے ایک دن پہلے بادشاہ مندر میں مقدس چشمے پر غسل کرنے جائے گا۔ اس کے دماغ میں ایک خیال بجلی کی طرح چمکا اور اُس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا۔

جس روز بادشاہ حمورابی کی سواری شاہی مندر کی طرف آنے والی تھی۔ اُس روز عنبر صبح ہی سے مندر کے باہر ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ یہ جگہ ایک درخت کے سائے میں پتھر کی آڑ تھی۔ وہ کتنی ہی دیر وہاں چھپا بیٹھا رہا۔ آخر اُسے دُور سے بادشاہ کی سواری کا شور سنائی دیا۔ ڈھول تاشے اور نفریاں بج رہی تھیں۔ بادشاہ کی سواری چلی آرہی تھی۔ جب سواری قریب آئی تو عنبر نے چھپ کر دیکھا کہ سپاہیوں کے دستے نیزے اور تلواریں لیے آگے آگے گزر رہے تھے۔ اُن کے پیچھے بادشاہ حمورابی سونے کا تاج سر پر رکھے ایک تخت پر بیٹھا تھا اور تخت کو حبشی غلاموں نے اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا تھا۔ جب بادشاہ کا تخت عنبر کے بالکل قریب سے گزرنے لگا تو وہ پتھر کی اوٹ میں سے نکل کر سامنے آگیا اور جُھک کر بولا:

"بادشاہ سلامت کی عمر دراز ہو۔ میرے پاس ایک راز ہے جو میں صرف بادشاہ سلامت کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔"

بادشاہ کی سواری رُک گئی۔ سپاہیوں نے فوراً جھپٹ کر عنبر کو گرفتار کر لیا۔ ایک سپاہی نے نیام سے تلوار کھینچ لی۔ اور عنبر کو اُس کی گستاخی کی سزا دینے کے لیے اُس کی گردن پر وار کرنے ہی والا تھا کہ بادشاہ حمورابی نے ہاتھ بلند کر کے کہا:

"ٹھہرو" سپاہی وہیں رُک گیا۔

بادشاہ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا :
" تم کون ہو اے نوجوان ؟ تم ہمیں کیا کہنا چاہتے ہو ؟ "
عنبر نے ایک بار پھر جھک کر کہا :
" بادشاہ سلامت ، میں ایک پردیسی ہوں اور یہاں لوگوں کا علاج کرتا ہوں ۔ میرے سینے میں ایک راز ہے جو میں صرف آپ کو تنہائی میں بتانا چاہتا ہوں "
بادشاہ نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا :
" اس نوجوان کو مندر کے خاص کمرے میں پہنچا دیا جائے "
محافظوں نے جھک کر سر تسلیم خم کیا اور عنبر کو اپنے ساتھ کر لیا ۔ شاہی جلوس مندر میں داخل ہو گیا ۔ یہ مندر بہت بڑا مندر تھا ۔ ہر کمرے میں سینکڑوں بت رکھے تھے ۔ بادشاہ نے شاہی متبرک چشمے پر غسل کیا ۔ بتوں کی پوجا کی اور اس کام سے فارغ ہو کر اس نے عنبر کو اپنے پاس بلایا ۔ اس اثنا میں عنبر ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا رہا ۔ ایک سپاہی نے آکر کہا :
" چلو تمہیں بادشاہ سلامت نے بلایا ہے "
عنبر چپکے سے اٹھ کر اس کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ وہ پہلی بار حور بلی کو اپنے سامنے پوری شان کے ساتھ دیکھ رہا تھا ۔ وہ واقعی ایک باوقار اور دبدبے والا بادشاہ تھا ۔ اس کے چہرے پر وحشت کی بجائے ایک متانت اور شرافت

تھی۔ شاہ بخت نصر کے وحشی چہرے کے مقابلے میں حمورابی کا چہرہ ہمدرد اور ایک رحم دل انسان کا چہرہ معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ نے عنبر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عنبر ایک سنگ مرمر کی چوکی پر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا :

"اب بتاؤ نوجوان، وہ کون سا راز ہے جو تم ہمیں بتانا چاہتے ہو ؟"

عنبر نے بادشاہ کے پیچھے کھڑے دو سپاہیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا :

" بادشاہ سلامت، ان سپاہیوں کو بھی یہاں سے ہٹا دیں۔ میں راز کی بات آپ کو پوری تنہائی میں بتانا چاہتا ہوں "

وہ دونوں سپاہی بادشاہ کے جاں نثار محافظ تھے اور کبھی بادشاہ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ مگر بادشاہ نے انہیں وہاں سے ہٹا دیا اب اُس کمرے میں بادشاہ حمورابی اور عنبر اکیلے رہ گئے تھے۔ بادشاہ نے عنبر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بات شروع کرے۔ عنبر نے کہا :

" بادشاہ سلامت، آج رات آپ کی خواب گاہ میں ایک شخص آپ کو قتل کرنے کے لیے آئے گا "

بادشاہ کے چہرے پر ایک دم غصّے کے آثار پیدا ہو گئے۔ اُس نے بڑی تیز نظروں سے عنبر کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اُسے

کیسے معلوم ہُوا ؟ اور وہ لوگ کون ہیں جو اُسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں ؟

عنبر نے بادشاہ کو بتایا کہ وہ لوگ شاہ بابل کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور اُن میں سے ایک شخص آج رات بادشاہ کی خواب گاہ میں خنجر لے کر داخل ہوگا ۔

حموربی کا دربار

بادشاہ حموربی کچھ پریشان ہوگیا۔

اُس نے عنبر کو حکم دیا کہ وہ بات کو وضاحت سے کھول کر بیان کرے۔ عنبر نے بادشاہ کو ساری بات کھول کر بیان کردی کہ کس طرح اُسے آدھی رات کو ایک بوڑھی عورت ایک ویران مکان میں لے گئی۔ وہاں ایک زخمی سپاہی لیٹا تھا اور باقی ڈاکو قسم کے لوگ ایک اجنبی زبان میں بادشاہ کو قتل کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ بادشاہ نے عنبر سے پُوچھا:

"تم مجھے کیوں بچانا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"اِس لیے بادشاہ سلامت کہ مَیں چاہتا ہُوں کہ آپ زندہ رہیں اور جس طرح اب اپنی رعایا کی خوشحالی کے لیے کام کر رہے ہیں اسی طرح ساری زندگی کام کرتے رہیں۔"

بادشاہ عنبر کی باتوں سے کُچھ مطمئن ہوگیا۔ اُس نے کہا:

"آج رات تم ہمارے ساتھ ہماری خواب گاہ میں رہو گے۔ یاد رکھو اگر ڈاکو ہمیں قتل کرنے نہ آئے تو ہم تمہیں اِس کی عبرتناک

سزا دیں گے "

عنبر نے جُھک کر کہا :

" مَیں ہر سزا کے لیے تیار ہُوں بادشاہ سلامت "

بادشاہ حمورابی عنبر کو اپنے ساتھ ہی جلوس میں محل میں لے گیا۔ حمورابی کا محل بہت عظیم الشان محل تھا۔ بادشاہ نے عنبر کو شاہی مہمان خانے میں بھجوا دیا اور خود دربار میں جا کر درباریوں اور اُمراء میں انعام و اکرام تقسیم کرنا شروع کر دیے۔ عنبر سارا دن شام تک شاہی مہمان خانے میں بیٹھا انتظار کرتا رہا کہ کب کوئی پیغام بر آ کر اُسے بادشاہ کے پاس لے جاتا ہے۔ شام ہو گئی۔ پھر رات کے سائے گہرے ہو گئے۔ ابھی آدھی رات نہیں ہُوئی تھی کہ ایک خاص پیامی نے آ کر عنبر کو اطلاع دی کہ اُسے بادشاہ سلامت نے طلب کیا ہے۔ عنبر اِس کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ فوراً وُہ اُس کے ساتھ چل پڑا۔ وُہ شخص عنبر کو لے کر ایک خفیہ راستے سے ہوتا ہُوا بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ وہاں اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ وُہ شخص چلا گیا تو بادشاہ نے کہا :

" مَیں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ اپنے پلنگ پر مَیں نے مختلف ریشمی سرہانے اس طرح رکھ دیے ہیں کہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہو کہ بادشاہ سو رہا ہے۔ لیکن حقیقت میں، مَیں

پلنگ پر نہیں ہوں گا، بلکہ تمہارے ساتھ اِس پردے کے پیچھے چھپا ہوں گا۔ میں نے اپنے خاص الخاص وفادار حبشی غلاموں کو چوکس کر دیا ہے۔ جوں ہی تمہارے کہنے کے مطابق میرے پلنگ پر حملہ ہوا حبشی غلام باہر نکل کر اُسے گرفتار کر لیں گے۔ لیکن اگر کوئی بھی نہ آیا تو میں تمہیں بڑی عبرت ناک سزا دوں گا۔ اس جرم میں کہ تم نے بادشاہ کے ساتھ ایک خوفناک مذاق کرنے کی کوشش کی تھی۔۔"

"یہ مذاق نہیں بادشاہ سلامت، حقیقت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شاہ بابل کے بھیجے ہوئے آدمی آپ پر حملہ کرنے ضرور آئیں گے۔"

"بہت اچھا، آدھی رات گزر چکی ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق اس وقت وہ کسی نہ کسی خفیہ راستے سے محل میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ اِس پردے کے پیچھے چھپ جاؤ۔"

"بہتر حضور۔"

عنبر، بادشاہ حموربی کے ساتھ ایک قدِ آدم ریشمی بھاری پردے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ کی خواب گاہ خالی تھی۔ پلنگ پر شاہی بستر پر ریشمی لحاف کے نیچے تکیے اِس طرح رکھے گئے تھے کہ یوں لگتا تھا جیسے بادشاہ سو رہا ہے۔ خواب گاہ کی شمعیں دھیمی کر دی گئی تھیں۔

عنبر اور بادشاہ پردے کے پیچھے بیٹھے قاتل کا انتظار کرنے لگے۔
انہیں وہاں سے خواب گاہ کا سارا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ سب سے
زیادہ قاتل کا انتظار عنبر کو تھا۔ اِس لیے کہ قاتل کے آنے پر
ہی اُس کے مستقبل کا دارو مدار تھا۔ اگر کسی وجہ سے قاتل نہیں
آتا تو بادشاہ اُسے کیا سزا دیتا۔ وہ خود اپنے منصوبے میں ناکام ہو
جاتا تھا۔ ایک ایسا منصوبہ جس پر نینوا کے تخت کی واپسی کا سوال تھا۔
عنبر دل ہی دل میں ربِ عظیم سے دُعا مانگ رہا تھا کہ قاتل
خواب گاہ میں آجاتے۔ دوسری طرف بادشاہ بڑے سکون سے سنگِ مرمر
کی کرسی پر بیٹھا پردے کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا کہ عنبر کے کہنے
کے مطابق قاتل کب اندر داخل ہوتا ہے اور وُہ آتا بھی ہے یا نہیں؟
وقت بڑی سُست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ عنبر کو ایک ایک پل
بوجھل معلوم ہو رہا تھا۔ خواب گاہ میں شمعوں کی دھیمی دھیمی پُراسرار
سی روشنی پھیلی ہُوئی تھی۔ آخر وُہ گھڑی آن ہی پہنچی۔ شاہی خواب گاہ
کا پردہ ذرا سا ہلا اور پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اُس
نے اپنا سر منہ پُوری طرح لپیٹ رکھا تھا اور خنجر ہاتھ میں لیے
دبے پاؤں بادشاہ کی مسہری کی طرف بڑھ رہا تھا۔
اُسے دیکھ کر ایک بار تو بادشاہ حمورابی کو پسینہ آگیا۔ اس نے
سوچا کہ عنبر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس وقت اگر وُہ مسہری پر بے خبر
سو رہا ہوتا تو ضرور قتل ہو گیا ہوتا۔ قاتل مسہری کے پاس آکر رُک

گیا۔ اُس نے ایک نظر ڈال کر ارد گرد دیکھا اور پھر وحشیوں کی طرح خنجر لہرا کر ریشمی تکیوں پر پے در پے وار کرنے شروع کر دیے۔ اُس کا وار کرنا تھا کہ ادھر ادھر سے وفادار حبشی تلواریں لہراتے اندر آ گئے اور انہوں نے قاتل کو فوراً قابو کر لیا۔ اگر بادشاہ کا حکم نہ ہوتا تو وہ ضرور اس کی تکا بوٹی کر دیتے۔ مگر حمورابی نے خاص طور پر ہدایت رکھی تھی کہ قاتل کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ وہ اُس سے پوچھ کر اطمینان حاصل کرنا چاہتا تھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے۔ حمورابی عنبر کے ساتھ پردے سے باہر آ گیا۔

قاتل نے حمورابی کے ساتھ عنبر کو دیکھا تو ساری بات کی تہہ تک پہنچ گیا کہ عنبر نے مخبری کر دی ہے۔ حبشی غلام قاتل کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر لے گئے۔ بادشاہ نے کہا:

"اِس قاتل کو تہہ خانے میں پھینک دیا جائے۔ ہم صبح اس سے خود آ کر ملیں گے۔"

"جو حکم سرکار!"

حبشی غلام جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے خواب گاہ سے نکل گئے۔ حمورابی کے دل میں عنبر کی عزت بڑی بڑھ گئی تھی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ عنبر اُس کا سچے دل سے وفادار ہے اور اُس کی اطلاع سو فیصد درست تھی۔ اس نے عنبر سے کہا:

"اے نوجوان، ہم تمہارے بے حد شکر گزار ہیں کہ تم نے

ہمیں عین وقت پر اطلاع دے کر ہماری جان موت کے چنگل سے بچالی۔ اگر تم ہمیں نہ ملتے تو ہو سکتا تھا کہ یہ قاتل اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا۔"

عنبر نے جواب دیا :

"بادشاہ سلامت، آپ ایسے پُرامن، انسانیت کا ہمدرد اور نیک دل بادشاہ کا زندہ رہنا بڑا ضروری ہے۔ بادشاہ کے لیے بھی اور اس مُلک کی رعایا کے لیے بھی۔ مجھے اِس بات پر فخر ہے کہ میں نے آپ کی جان بچائی۔"

حمورابی نے خوش ہو کر کہا :

"اے نوجوان، تم نے ہماری جان بچائی ہے۔ اس کے عوض تم جتنی دولت چاہتے ہو ہم سے لے سکتے ہو۔ کوئی جاگیر چاہتے ہو تو ہم تمہیں وُہ بھی دے دیتے ہیں۔"

عنبر نے کہا :

"شکریہ بادشاہ سلامت، اِس خاکسار کو نہ دولت کی ضرورت ہے اور نہ جاگیروں کا لالچ ہے۔ میں نے تو آپ کی جان بچا کر اپنا ایک فرض ادا کیا ہے۔"

بادشاہ نے کہا :

"پھر ہم تمہیں آج سے اپنا خاص وزیر مقرر کرتے ہیں۔ تم ہمارے حفاظت کرنے والے دستے کے اعلیٰ نگران ہو گے۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر عالی جاہ، خاکسار اِس عزت افزائی پر ہمیشہ آپ کو دُعائیں دیتا رہے گا۔"

"تم آج سے ہمارے خاص وزیر ہو۔ تم شاہی دربار کے محل میں رہوگے اور دربار میں ہمارے قریب بیٹھا کروگے۔"

"میں اِس عزت افزائی پر جس قدر بھی محسوس کروں کم ہوگا حضور، آپ کا بے حد شکریہ۔"

"شکریہ تو ہمیں تمہارا ادا کرنا چاہیے عنبر، اِس لیے کہ تم نے ہماری ایک ایسے وحشی اور گمنام آدمی سے جان بچائی جو محض ایک بادشاہ کے اُکسانے پر ہمیں قتل کرنے آگیا تھا۔"

"ربِ عظیم کا کرم ہے عالی جاہ، کہ وُہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"اب تم اپنی خواب گاہ میں جاکر آرام کر سکتے ہو۔"

"شب بخیر عالی جاہ۔"

"شب بخیر۔"

عنبر شاہی مہمان خانے کی خواب گاہ میں آکر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ وُہ بے حد خوش تھا۔ جو کام وُہ اتنے عرصے سے نہیں کر سکا تھا۔ وہ ایک ہی رات میں ہوگیا تھا۔ کل تک وُہ یمن کے شہر صنائی کا ایک معمولی حکیم تھا اور آج وہ شاہ یمن حمورتی کے دربار کا وزیر خاص تھا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز بھی تھا اور ایک بہت

اعزاز بھی تھا اور ایک بہت بڑی کامیابی بھی تھی۔ آخر وُہ سو گیا۔

دُوسرے روز وُہ دربار میں پہنچ گیا۔ بادشاہ کے حکم سے اُسے شاہی لباس پہنایا گیا۔ حمورّبی نے خود عنبر کے گلے میں ہیرے جواہرات کا قیمتی ہار پہنایا۔ رہنے کے لیے اُسے ایک خاص محل عطا کیا گیا۔ دربار میں باقاعدہ اعلان کرایا گیا کہ آج سے عنبر شاہ حمورّبی کا وزیرِ خاص ہوگا۔ درباریوں نے اسے مبارک باد دی۔ عنبر وزیرِ خاص بن گیا تھا۔

اب اُس کی دُوسری منزل یہ تھی کہ بادشاہ سے مل کر شاہ بخت نصر کے جنگی عزائم کے بارے میں مشورہ کرے اور اصل حالات اُسے بتا دے۔ وہ موقع کا انتظار کرنے لگا۔

اِس دوران میں عنبر ہر رات اپنی پُرانی حویلی میں ضرور جاتا۔ محض یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کہیں اُس کا ساتھی یورکا وہاں نہ آیا ہو۔ کیونکہ یورکا کو علم نہیں تھا کہ عنبر حمورّبی کے دربار میں پہنچ چکا ہے۔ بادشاہ حمورّبی نے دو دن بعد تہہ خانے میں جا کر قاتل سے ملاقات کی۔ عنبر اس کے ساتھ تھا۔ قاتل زنجیروں میں جکڑا ہُوا پڑا تھا۔ سپاہیوں نے آگ میں دہکتی سُرخ سلاخیں اُس کی آنکھوں کے پاس کیں تو وہ بک پڑا۔ اس نے صاف صاف بتا دیا کہ اُسے اور اُس کے دوسرے ساتھیوں کو شاہ بخت نصر نے حمورّبی بادشاہ کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ حمورّبی نے پوچھا:

"تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں ؟"

"وہ ایک ویران مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لیکن وہ منصوبہ ناکام ہونے کے بعد وہاں سے فرار ہوگئے ہوں گے۔"

بادشاہ کے حکم سے اُسی روز قاتل کو قلعے کی فصیل سے نیچے گرا کر ہلاک کر دیا گیا۔ ویران مکان پر چھاپہ مارا گیا مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ قاتل کے ساتھی وہاں سے فرار ہوچکے تھے۔ اُسی رات عنبر نے موقع پا کر بادشاہ سے شاہ بابل کے متوقع حملے کے بارے میں بات کی۔ حمورابی نے کہا :

"ہمارے جاسوسوں نے ہمیں اطلاع ضرور دی تھی کہ بخت نصر ہمارے ملک پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن یہ دیر کی بات ہے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

عنبر کہنے لگا :

"بادشاہ سلامت، مجھے بڑے پکے ذریعے سے اطلاع مل چکی ہے کہ اس موسم بہار میں شاہ بابل یمن پر حملہ کر دے گا۔"

"کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو ؟"

"میری اطلاع غلط نہیں ہو سکتی عالی جاہ، ہمیں پوری طرح تیار رہنا چاہیے۔ شاہ بابل حملہ ضرور کرے گا۔"

حمورابی کے چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اُس نے کہا :

"بخت نصر کے پاس بہت بڑی فوج ہے۔ کیا ہم اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکیں گے؟"

عنبر نے کہا:

"بادشاہ سلامت، نینوا کے صوبے کے لوگ اپنی ملکہ اور شہزادے کی رہبری میں بخت نصر کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ اُس کی کچھ فوج اُدھر مصروف ہو جائے گی۔ یُوں دو محاذ جنگ کھُل جائیں گے اور ہماری فوج آدھی فوج کا مقابلہ کر سکے گی۔"

"نینوا کی ملکہ اور شہزادے کو تو بخت نصر نے ہلاک کر دیا تھا۔"

"نہیں عالی جاہ، یہ دونوں زندہ ہیں اور آپ ہی کے ملک کے اندر ایک سرحدی گاؤں میں چھپے ہوئے ہیں۔ نینوا کی وفادار فوج کا سپہ سالار زرکسیر بھی اپنی فوج کے ساتھ پہاڑیوں میں چھپا ہُوا ہے۔ اور ہمارے اشارے کا منتظر ہے۔"

بادشاہ عنبر کی زبانی اِس قسم کی باتیں سُن کر حیران ہُوا۔ اُس نے پُوچھا:

"تمہیں یہ ساری اطلاعات کہاں سے مِل گئیں عنبر؟"

"اِس لیے بادشاہ سلامت کہ میں خود ملکہ اور شہزادے اور زرکسیر سے مِل کر آیا ہُوں، بلکہ انہیں ساتھ لے کر آپ کے ملک میں وارد ہُوا تھا۔ میں تو ایک عرصے سے آپ تک پہنچنے کے لیے منصوبہ بنا رہا تھا۔ وہ تو مَیں قاتل کا شکر گزار ہُوں کہ اُس نے مجھے

موقع مہیا کر دیا کہ مَیں آپ کے دربار تک رسائی حاصل کر کے آپ کو ساری صورتِ حال سے آگاہ کر دوں "۔

"خوب خوب، اب سمجھ گیا۔ اچھا یہ بتاؤ کیا نینوا کے لوگ اب بھی اپنی ملکہ سے محبت کرتے ہیں؟"

"وہ اپنی ملکہ اور شہزادے کے لیے جان تک قربان کر دینے کو تیار ہیں عالی جاہ، وہ لوگ ہمارے اشارے کے انتظار میں ہیں۔ جوں ہی ہماری طرف سے انہیں اجازت دی گئی، وہ ایک دم بغاوت کر دیں گے اور ہماری وفادار فوجوں کے ساتھ مل کر گورنر کو قتل کر کے ہر طرف آگ لگا دیں گے"۔

"تو پھر تم انتظار کس بات کا کر رہے ہو؟"

"صرف اس بات کا کہ شاہ بخت نصر حملہ کرے اور آپ کی طرف سے مجھے یقین ہو کہ آپ حملے کا مقابلہ کریں گے اور کسی صورت میں بھی شکست تسلیم نہیں کریں گے"۔

"ایسا ہرگز نہیں ہو گا عنبر، ہم اپنی شکست کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ہمیں کوئی بھی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ ہم میدانِ جنگ میں لڑتے لڑتے مر جائیں گے۔ اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے مگر ہار نہیں مانیں گے"۔

"مجھے آپ ایسے بہادر اور جری بادشاہ سے یہی امید تھی عالیجاہ"۔

"بخت نصر کو حملہ کرنے دو۔ اس کو ایسا سبق سکھایا جائے گا

کہ وہ ساری عُمر یاد رکھے گا۔"

"ربِ عظیم ہمارا حامی و ناصر ہو گا۔"

"دیوتا ہماری مدد کریں گے۔"

بادشاہ نے اسی روز سے فوجی تیاریاں زور شور سے شروع کر دیں اور اپنے مخبر بابل کی طرف دوڑا دیے، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ بخت نصر کی فوجیں کب یمن پر حملہ کرنے والی ہیں۔ اس اثنا میں ایک افسوسناک حادثہ پیش آ گیا۔

ملکہ اور شہزادہ ماروت، حانو کے چچا کے باغ میں واقع مکان کے تہہ خانے میں بڑی حفاظت اور راز داری کے ساتھ رہ رہے تھے۔ یورکا کی اطلاع کے مطابق وُہ سارا دن تہہ خانے کے اندر چھپے رہتے اور صرف رات کو باہر نکل کر انگوروں کے باغ میں تھوڑی دیر چہل قدمی کر لیتے۔ زرکیسر اپنی فوجوں کے ساتھ بغاوت کی تیاریوں میں لگا تھا۔ یورکا عنبر کے پاس اطلاع حاصل کرنے گیا ہوا تھا کہ اُس نے دربار تک رسائی حاصل کی ہے یا نہیں۔ شہزادے ماروت کے ساتھ ملکہ اور حبشی غلام حانو مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ دُوسری جانب شاہ بابل، ملکہ نینوا، شہزادہ ماروت اور زرکیسر کے فرار پر بے حد پریشان اور غضب ناک تھا۔ اُس نے غفلت کے جُرم میں کئی سپاہیوں اور پہریداروں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا۔ قرطاجنہ کے گورنر کو بھی اُس نے پھانسی پر چڑھا

دیا تھا۔ جشن تاجپوشی کے موقع پر زرکسیر کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کرنے کی حسرت اُس کے دل میں ہی رہ گئی تھی۔ اُس کی اب سب سے بڑی کوشش یہی تھی کہ یمن پر حملے سے پہلے وُہ کسی طرح زرکسیر یا شہزادے ماروت کو زندہ گرفتار کرسکے تاکہ نینوا میں بغاوت کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

اِس مقصد کے لیے اُس نے اپنے خاص آدمی روانہ کر دیے تھے جو بھیس بدل کر یمن کے اُس سرحدی گاؤں میں بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ جہاں ملکہ، حانو اور شہزادہ ماروت تہہ خانے میں پناہ گزین تھے۔ بخت نصر کے جاسوس عام کاروباری آدمی کے بھیس میں پھر رہے تھے۔ ان میں سے دو آدمی گدھے پر مٹی کے برتن لادے گاؤں میں آوازیں دے کر فروخت کرتے پھر رہے تھے۔ انہیں اتنی خبر ضرور مل گئی تھی کہ ملکہ اور شہزادہ ماروت اسی گاؤں میں کہیں چھپے ہُوئے ہیں۔ ایک روز وہ دونوں مٹی کے برتن بیچتے ہُوئے حانو کے چچا کے انگوروں کے باغ میں نکل آئے۔ دن بھر کی تپش اور گرمی کی وجہ سے اُن کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ وُہ ایک چشمے کے کنارے سائے میں بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں چچا بھی وہاں آگیا۔ اُس نے پُوچھا:

"تم لوگ میرے باغ میں کس طرح بیٹھے ہو؟"

ایک جاسوس نے کہا:

"معاف کرنا مالک، ہم پھیری والے کمہار ہیں۔ یہ برتن بیچتے پھرتے ہیں۔ گرمی نے پریشان کیا تو یہاں دم لینے کو بیٹھ گئے۔ حکم دیں تو ابھی اُٹھ کر چلے جائیں"

اور واقعی وہ مکار جاسوس یہ کہہ کر اُٹھنے لگے۔ احمق چچا کے دل میں رحمدلی پیدا ہوگئی۔ اُس نے ایک پل کے لیے بھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ آخر یہ لوگ یہاں کہاں سے آگئے؟ اِس سے پہلے تو کبھی بھی کوئی برتن فروخت کرنے والا اِدھر نہیں آیا۔ مگر اُس نے ایسا نہ سوچا اور جاسوسوں سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگا۔ باتوں ہی باتوں میں جاسوسوں نے چچا سے پُوچھ لیا کہ وہ کون ہے اور کتنی دیر سے وہاں انگوروں کے باغ کا کاروبار کر رہا ہے۔ چچا بڑے بھول پنے سے اُن کے ایک ایک سوال کا جواب دیتا گیا۔ جاسوس بڑے مکار اور چالاک آدمی تھے۔ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں کچھ بُو سونگھ لی اور فیصلہ کیا کہ رات انگور کے باغ میں گزار کر اصل حقیقت معلوم کی جائے۔

انہوں نے چچا کو تو کچھ نہ بتایا۔ اُس سے اجازت لے کر اُٹھے اور اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔ لیکن کچھ دُور آگے پہاڑی ٹیلوں میں جاکر انہوں نے گدھے کو ایک جگہ باندھا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ جب ہر طرف رات کا اندھیرا چھا گیا تو وہ سر منہ لپیٹ کر وہاں سے نکلے اور چھپتے چھپاتے انگور کے باغ میں

پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک درخت پر چڑھ کر مناسب جگہ بنائی اور چھپ کر دیکھنے لگے کہ رات کو وہاں کوئی چھپا ہوا شخص باہر ٹہلنے کے لیے آتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اُنہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ جو لوگ سارا دن تہہ خانوں میں چھپے رہتے ہیں، وہ رات کو چہل قدمی کے لیے ضرور نکلا کرتے ہیں۔

شہزادے کا اغوا

آخر وہی ہوا جس کا دھڑکا لگا ہُوا تھا۔

جب آدھی رات گزری تو شہزادہ ماروت اپنی والدہ ملکہ کے ساتھ تہہ خانے سے چہل قدمی کے لیے نکلا اور انگور کے باغ میں آ گیا۔ حبشی غلام حانو اُس کے ہمراہ تھا۔ وہ ہر روز کی طرح کسی قسم کے خطرے سے بے نیاز آدھی رات کے وقت، باغ میں سیر کرتے تھے۔ اور باتیں بھی کر رہے تھے۔ دونوں جاسوس انجیر کے ایک گھنے درخت میں چھپے بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے ملکہ اور شہزادے کو باغ میں سیر کرتے دیکھا تو حیران بھی ہُوئے اور خوش بھی ہُوئے۔ حیران اس لیے ہُوئے کہ اُنہوں نے اتنی آسانی سے ملکہ اور شہزادے کا سُراغ لگا لیا تھا۔ خوش اِس لیے ہُوئے کہ اگر وُہ شہزادے کو اغوا کر کے بابل لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو بخت نصر نہ صرف یہ کہ اُن کے عہدے بڑھا دے گا بلکہ انہیں انعام و کرام سے بھی مالا مال کر دے گا۔

شہزادہ ماروت، ملکہ اور حبشی غلام حانو باتیں کرتے ہُوئے اُن کے درخت کے نیچے سے گزر گئے۔ وُہ زرکبیر اور عنبر کے بارے

میں بات کر رہے تھے۔ انہیں بالکل خبر نہیں تھی کہ ایک درخت پر اُن کی ساری باتیں شاہ بابل کے جاسوس سُن رہے ہیں۔ تھوڑی دیر تک باغ میں چہل قدمی کے بعد ملکہ، شہزادہ اور جانو واپس مکان کے تہہ خانے میں چلے گئے۔ اُن کے جاتے ہی دونوں جاسوس درخت پر سے اُترے اور بڑی تیزی کے ساتھ باغ سے باہر نکل کر اُس ٹیلے کی طرف آ گئے جہاں انہوں نے اپنا گدھا باندھ رکھا تھا۔ وُہ پتھروں میں بیٹھے دیر تک اِس بات پر سوچ بچار کرتے رہے کہ کس ترکیب سے شہزادے کو اغوا کیا جائے۔ وُہ حبشی غلام کے سخت پہرے میں تھا۔ وہ سارا دن تہہ خانے میں چھپا رہتا تھا۔ رات کو باہر نکلتا تھا۔ مگر حبشی غلام ننگی تلوار لیے ساتھ ساتھ ہوتا تھا۔ اگر انہوں نے حبشی سے لڑائی کی تو ہو سکتا ہے تہہ خانے میں کچھ اور سپاہی بھی چھپے بیٹھے ہوں۔ وُہ باہر نکل کر بڑی آسانی سے انہیں قتل کر سکتے تھے۔

گدھے کو لے کر وُہ سرائے میں آ گئے اور ساری رات سوچ بچار کرتے رہے۔ پھر وہ سو گئے۔ صبح اُٹھ کر اُنہوں نے دوبارا سوچنا شروع کر دیا کہ کون سی ترکیب پر عمل کیا جائے۔ انہوں نے جان بُوجھ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کو شہزادے واردت کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا۔ وہ شہزادے کو گرفتار کر کے شاہ بابل کے دربار میں پیش کرنے کی عزت خود حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اب سوال

یہ تھا کہ شہزادے کو کیسے اور کیونکر حاصل کیا جائے۔ اگر وہ چاہتے تو اپنے پندرہ بیس سپاہی لے کر رات کو چچا علبشی کے مکان پر چھاپہ مار کر شہزادے کو مع ملکہ کے پکڑ سکتے تھے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ خود ہی انہیں پکڑ کر بادشاہ سے زبردست خراجِ تحسین حاصل کرنا چاہتے تھے۔

کافی سوچ بچار کے بعد آخر ایک ہی ترکیب اُن کی سمجھ میں آئی کہ کسی طرح ان لوگوں کو بے ہوش کر دیا جائے اور شہزادے اور ملکہ کو اغوا کر لیا جائے۔ بے ہوش آخر کس طرح کیا جائے؟ یہ بھی ایک بہت اہم سوال تھا جس کا اُن کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

پہلے جاسوس نے کہا:

"کیوں نہ اُن کے مکان کے اندر جانے والے پانی میں بیہوشی کی دوائی ملا دی جائے؟"

"مگر یہ بے ہوشی کی دوائی کہاں سے آئے گی؟"

"میرا ایک حکیم واقف ہے۔ اُس کے پاس چل کر یہ دوا حاصل کی جا سکتی ہے۔"

"لیکن اِس دوائی کو پانی میں ملایا کس طرح جائے گا؟"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو، آؤ میرے ساتھ۔"

وہ سرائے سے نکل کر باہر آئے۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں سرپٹ دوڑاتے قصبے کی ایک حویلی میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک

بوڑھا حکیم چوبارے میں بیٹھا کھرل میں کوئی دوا ڈالے اُسے رگڑ رہا تھا جاسوس نے آگے بڑھ کر اُس سے ہاتھ ملایا اور کہا :

" ہم ایک بڑے رازداری کے کام سے آپ کے پاس آئے ہیں "

بوڑھے حکیم نے جو شکل وصورت سے کالے علم کا ماہر جادوگر معلوم ہوتا تھا اپنی بھنویں چڑھا کر دونوں جاسوسوں کی طرف دیکھا۔

" کیسی راز داری ؟ کس کی راز داری ؟ "

پہلے جاسوس نے جیب سے سونے کے چند سکّے نکال کر حکیم کے آگے رکھ دیئے۔ سونے کے سکّے دیکھ کر لالچی حکیم کے چہرے پر چمک آگئی۔ اُس نے مُسکرا کر کہا :

" ہاں ہاں کہو بھائی، مَیں تمہارے کس کام آسکتا ہُوں ؟ "

" بات یہ ہے میاں جی، کہ ہمیں کوئی ایسی دوا چاہیے جو اگر پانی میں ڈال دی جائے تو اُسے پینے والا فوراً بے ہوش ہو جائے "

" کتنے پانی میں ڈالی جائے وہ دوا ؟ "

" ایک ایسے گھر کے پانی میں جہاں چھ افراد رہتے ہوں "

" ٹھیک ہے، کیا اُن سبھوں کو بے ہوش کرنا ہوگا ؟ "

" جی ہاں "

" تو ٹھیک ہے، مَیں سفوف دیئے دیتا ہُوں۔ اسے [illegible] مٹکے میں ڈال دینا جس میں گھر والوں کے لیے پانی [illegible] رہتا ہے۔

"کتنی دیر بعد لوگ بے ہوش ہو جائیں گے ؟"

"پانی پینے کے تھوڑی ہی دیر بعد اُنہیں کچھ خبر نہ ہو گی کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ برائے مہربانی وہ سفوف جلدی سے عنایت کر دیجیے۔"

"ابھی دیتا ہوں۔"

"جادوگر بوڑھا اتنا کہہ کر اُٹھا اور اُس نے لکڑی کی ایک صندوقچی میں سے ایک ڈبیا نکالی جس کے اُوپر سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ڈبیا میں سفید سفید سفوف بھرا ہُوا تھا۔ اُس نے ڈبیا میں سے آدھا سفوف نکال کر انہیں دے دیا۔

"یہ پانی کے ایک مٹکے کے لیے کافی ہو گا۔"

دونوں جاسوس سفوف لے کر واپس سرائے میں آ گئے اور شام ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ مٹکے میں بے ہوشی کا سفوف ڈالنے کا کام وُہ اندھیرا ہونے کے بعد کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے جاسوس نے کہا :

"کیوں نہ ہم فقیروں کا بھیس بدل کر وہاں پہنچ جائیں اور موقع دیکھ کر مٹکے میں دوا ڈال دیں۔"

"یہ خیال بھی اچھا ہے۔"

اُسی وقت اُنہوں نے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے۔ ایک جاسوس

لنگڑا بن گیا اور دُوسرا اندھا بن گیا اور وُہ انگور کے باغ کی طرف چل پڑے ۔ باغ کے قریب آکر انہوں نے فقیروں کی طرح آوازیں لگانی شروع کر دیں ۔ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا ۔ وُہ فقیروں کی طرح صدائیں لگاتے انگور کے باغ میں سے نکل کر چچا حبشی کے مکان کے صحن میں آگئے ۔

دیوتاؤں کے نام پر اندھے لنگڑے فقیروں کی کچھ مدد کرو ۔ دیوتاؤں کے نام پر ہم پر ترس کھاؤ ۔"

اُس وقت شہزادہ حانو اور ملکہ نیچے تہہ خانے میں رات کے کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے اور حانو کا حبشی چچا صحن میں بیٹھا انگور دھو کر طشت میں رکھ رہا تھا ۔ اُس نے ایک اندھے اور دوسرے لنگڑے فقیر کو پھٹے پُرانے کپڑوں میں دیکھا تو اُس کا دل بھر آیا ۔ اُس نے کہا :

" بابا لوگ ، تم کو بھُوک لگی ہے کیا ؟"

" ہاں جی ، بڑی بھُوک لگی ہے ۔"

" تو پھر یہاں بیٹھو ۔ اندر میرے کچھ مہمان آتے ہیں ۔ اُنہیں کھانا دے آؤں ۔ پھر آکر تمہیں بھی روٹی دیتا ہُوں ۔"

" دیوتا تم پر مہربان ہوں ۔ اے نیک دل انسان تو نے دو محتاج فقیروں کو روٹی کھلائی ۔ دیوتا تمہیں بہت رزق دیں گے ۔"

حبشی چچا انگوروں سے بھرا ہُوا طشت لے کر اندر چلا گیا ۔ بس

یہی موقع تھا جس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ پانی سے بھرا ہُوا بڑا مٹکا دیوار کے ساتھ لگا تھا۔ پہلے جاسوس نے دوسرے جاسوس کو اشارہ کیا۔ اُس نے فوراً جیب میں سے سفوف والی ڈبیا نکالی۔ اِدھر اُدھر چوکس ہو کر دیکھا۔ بھاگ کر پانی والے بڑے مٹکے کے پاس گیا۔ اُس کا ڈھکنا اٹھایا اور سارا سفوف اس کے اندر انڈیل دیا اور اس پر ڈھکنا رکھ کر واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

یہ کام اتنی جلدی اور اچھے طریقے سے ہو گیا تھا کہ اُنہیں خود بڑی حیرانی ہُوئی۔ وُہ اگر چاہتے تو وہاں سے اُٹھ کر بھاگ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے سوچا کہ اب کھانا کھا کر ہی وہاں سے چلنا چاہیے تاکہ حبشی چچا کو اُن پر کسی قسم کا شک بھی نہ ہو۔ اتنے میں اندر سے خالی طشت میں جَو کی دو روٹیاں اور کچھ شہد لیے چچا حبشی باہر آ گیا۔

"بابا لوگ، اِس وقت گھر میں جو حاضر ہے وہی پیش کر رہا ہُوں۔"

"تمہاری مہربانی ہے بابا، فقیروں کو جو ملے گا کھائیں گے اور تمہارے بچوں کو دُعائیں دیں گے۔"

اور دونوں جاسوس کھانے پر یُوں ٹوٹ پڑے جیسے برسوں سے بھُوکے ہوں۔ وُہ کم از کم حبشی چچا پر یہی ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ چچا نے مٹکے سے پانی کے دو گلاس بھر کر اُن کے آگے رکھ دیے۔ وُہ یہ پانی کبھی نہیں پی سکتے تھے۔ وہ کھانا کھاتے رہے۔ چچا نے گلاس

آگے کرتے ہوئے کہا :

" بابا لوگ پانی بھی تو پیو "

" شکریہ، شکریہ ! ہمیں بھوک بہت لگی ہے۔ پیاس تو بالکل نہیں "

" اچھا ! میں اپنے مہمانوں کو پانی دے آؤں اور واپسی پر تمہارے لیے اپنے باغ کے سیاہ انگور بھی لاتا ہوں "

چچا بڑے کٹورے میں پانی بھر کر اندر لے گیا۔ دونوں جاسوس بڑے غور سے ایک دوسرے کو دیکھ کر ذرا سا مسکرائے۔ اُن کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں یہی دُعا مانگ رہے تھے کہ حکیم کا سفوف اپنا کام کر جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سنہری موقع بھی اُن کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اُنھوں نے جھٹ اپنا پانی زمین پر گرا کر خالی گلاس وہیں رکھ دیے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ انھوں نے پانی پی لیا ہے۔ حبشی چچا اندر سے سیاہ انگور لے کر باہر آیا۔

" یہ لو انگور بھی کھاؤ "

" دیوتا تمہارے باغ کو ہرا بھرا رکھیں اور زیادہ فصل ہو ــــ گچھے انگور کے بیل پر سدا لٹکتے رہیں "

" تمہارا شکریہ اللہ کے نیک بندو "

" اچھا باباجی اب اجازت دو "

" دیوتا نگہبان ہوں " حبشی چچا بولا :

" دیوتا نگہبان ہوں " جاسوسوں نے کہا۔

دونوں جاسوس چچا کے مکان کے صحن میں سے اُٹھ کر واپس انگور کے باغ میں آ گئے اور ایک گھنے درخت کے اُوپر چھپ کر بیٹھ گئے۔ وہاں سے انھیں مکان کا صحن صاف نظر آ رہا تھا۔ چچا حبشی نے مٹکے سے پانی کا کٹورہ بھر کر نکالا اور غٹا غٹ پی گیا۔ پانی پینے کے بعد چچا نے تھوڑے سے انگور کھائے اور زمین پر بکھرے ہُوئے برتن اٹھانے لگا۔ دونوں جاسوس درخت کی ٹہنیوں میں چھپے چچا حبشی کی حرکتوں کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اِس انتظار میں تھے کہ وہ کب بے ہوش ہوتا ہے؟ مگر حبشی بڑے مزے سے برتن ایک تخت پر جمع کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ گانا بھی گا رہا تھا وہ بہت جھنجلائے کہ کم بخت بے ہوش ہی نہیں ہوتا۔ پہلے جاسوس نے سرگوشی کی:

"میرا خیال ہے، حلیم نے ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ اُس کی دوائیں کوئی اثر نہیں ہے۔"

دُوسرے نے کہا:

"ذرا صبر کرو، ابھی دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ چچا حبشی برتن اکٹھے کرتے اور گانا گاتے ہُوئے ذرا رُکا۔ اُس نے سر کو جُھٹکا دیا اور پھر گانے لگا۔ ایک بار پھر وہ خاموش ہُوا اور دونوں ہاتھوں سے سر دبانے لگا۔ پھر اُسے چکر سا آیا اور دھڑام سے زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

درخت میں چھپے ہوئے جاسوس بہت خوش ہوئے۔ ان کا منصوبہ کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ جلدی جلدی درخت پر سے اترے اور مکان کے صحن میں آ گئے۔ انہوں نے حبشی کو ہلا جلا کر دیکھا۔ وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔ نیچے تہہ خانے میں پانی گئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ اُن کے اندازے کے مطابق اُس وقت تک دوسرے لوگوں کو بھی بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا۔

"ہمیں اندر چل کر شہزادے کو گرفتار کر لینا چاہیے۔"

"کچھ دیر انتظار نہ کر لیں؟"

"اور اگر اُنہیں دوبارا ہوش آ گیا تو کیا کریں گے؟"

"ٹھیک ہے، چلو اندر چلتے ہیں۔"

دونوں جاسوس مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے سارے کمرے گھوم پھر کر دیکھے۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ آخر وہ جاسوس تھے اور اُنہیں بڑا تجربہ تھا۔ انہوں نے جگہ جگہ فرش کو ٹھونک بجا کر دیکھا۔ ایک کوٹھڑی کا فرش بجاتے ہوئے اُنہیں اندر سے کھوکھلی سی آواز سُنائی دی:

"تہہ خانہ اسی جگہ پر ہے۔" ایک نے کہا۔

انہوں نے ذرا سی کوشش کے بعد تہہ خانے کا دروازہ معلوم کر لیا۔ فرش کی ایک سِل اُوپر اٹھائی تو نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ وُہ دبے پاؤں زینے پر پاؤں رکھتے نیچے اُتر گئے۔ نیچے سے کسی قسم

کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گئے کہ تینوں مفرور بے ہوش ہو چکے ہیں۔ وہ تہہ خانے میں اُترے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ملکہ، شہزادہ اور حبشی غلام جانو اپنی اپنی جگہ پر بے ہوش ہو کر گرے پڑے تھے۔ کھانے کے طشت ان کے آگے رکھے ہوئے تھے۔ کچھ کھانا کھایا ہوا تھا اور باقی ویسے پڑا تھا۔ صرف پانی پینے کے گلاس فرش پر لڑھک گئے تھے۔

"جلدی سے شہزادے کو اُوپر لے چلو۔۔۔ وقت ضائع مت کرو۔"

دونوں نے شہزادے کو اٹھایا۔ ایک جاسوس نے اُسے اپنے کندھے پر لادا اور تہہ خانے سے باہر لے آیا۔ انہوں نے تہہ خانے کے دروازے کو بند کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ وُہ مکان کے خالی کمروں میں سے نکل کر باہر صحن میں آ گئے۔ چچا حبشی فرش پر اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ انہوں نے انگور کے باغ میں لے جا کر شہزادے ماروت کو ایک جگہ گھاس پر لٹا دیا۔ ایک جاسوس نے اپنی کمر کے گرد لپٹی ہوئی رسّی کھولی اور شہزادے کے ہاتھ پیر خوب کس کر باندھ دیے۔

"اب یہاں سے نکل چلو!"

اُنہوں نے شہزادے کو اپنے ساتھ گھوڑے پر ڈالا اور بڑی تیزی سے وہاں سے نکل کر ایک طرف کو روانہ ہو گئے۔ کافی دُور چلنے کے بعد ایک جاسوس نے کہا:

"اگر ہم نینوا کی طرف سے بابل کو گئے تو وہاں شہزادے کے حامیوں نے بغاوت کر رکھی ہے، وہاں گرفتار ہو جانے کا خطرہ ہے"
"پھر کس طرف سے چلیں ؟"
"ہمیں ملک یمن کی سرحدی چوکیوں سے ہو کر چلنا چاہیے"
"اور اگر وہاں ہمیں کسی نے دیکھ لیا تو ؟"
"ہم ایک خاص جگہ سے یمن کی سرحد میں داخل ہو کر دوسری طرف سے باہر نکل جائیں گے۔ یہ راستہ محفوظ بھی ہے اور چھوٹا بھی۔ ہم بہت جلد بابل پہنچ جائیں گے !"
"جیسے تمہاری مرضی !"
"تم فکر نہ کرو۔ میں یمن کی ساری سرحد سے واقف ہوں۔ ہم اُس جگہ سے اندر داخل ہوں گے جہاں کوئی سرحدی چوکی نہیں ہے"
"ٹھیک ہے پھر"
اور اُنہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں یمن کی سرحد کی طرف موڑ دیں۔ یمن کی سرحد وہاں سے دو روز اور دو رات کے فاصلے پر تھی۔ وُہ سارا دن سفر کرتے رہے۔ شام کے وقت شہزادے کو ہوش آیا تو وہ اپنے آپ کو ڈاکوؤں کے شکنجے میں پھنسا ہوا دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔
"تم لوگ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو ؟"
"شاہ بابل بخت نصر کے دربار میں"

اور دونوں جاسوس قہقہے لگا کر ہنس پڑے۔ شہزادے کا رنگ اُڑ گیا۔ آخر وُہ دشمن کے جال میں پھنس گیا تھا۔ سب سے زیادہ اُسے اپنی والدہ ملکہ کا خیال آ رہا تھا کہ اُس کے گم ہو جانے سے اُس بدنصیب پر کیا بیت رہی ہو گی۔ مگر اب وُہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تقدیر کا لکھا ہو کر رہا تھا۔ وہ چُپ چاپ گھوڑے پر بیٹھا رہا اور گھوڑے یمن کی طرف دوڑتے رہے۔

اُدھر کا حال بھی سُنیے ــــ چچا حبشی کو جب ہوش آیا تو اُس نے سر کو ایک جھٹکا دیا اور سوچنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا تھا؟ اُس نے اپنے سر کو دبایا۔ تخت پوش پر بکھرے ہُوئے برتن دیکھے۔ دُھوپ کافی اُوپر چڑھ آئی تھی۔ وُہ حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ آخر وُہ اتنی دیر وہاں کیا کرتا رہا؟ کیا وُہ بے ہوش ہو گیا تھا؟ اچانک اُسے اندھے اور لنگڑے فقیروں کا خیال آ گیا۔

"وُہ ــ وُہ کہاں چلے گئے؟ وہ کون تھے؟"

اِس کے ساتھ ہی اُس کا خیال ملکہ اور شہزادے کی طرف چلا گیا۔ وُہ بھاگ کر نیچے آیا۔ تہہ خانے کا دروازہ کھُلا تھا۔ اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وُہ لپک کر اندر گیا۔ اندر اُس نے دیکھا کہ ملکہ اور حبشی غلام قالین پر بے ہوش پڑے تھے اور شہزادہ غائب تھا۔ اُس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اُس نے پانی کے چھینٹے مار کر ملکہ اور حبشی چاتو کو جگایا۔ ملکہ کو جب معلوم ہُوا کہ شہزادے کو اغوا

کر لیا گیا ہے تو وہ چیخ مار کر گر پڑی اور رونے لگی۔ حانو بے حد پریشان ہو گیا۔ انہوں نے باہر نکل کر انگور کے باغ کا چپہ چپہ چھان مارا مگر وہاں شہزادے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ وہ ناکام ہو کر تہہ خانے میں آ گئے اور ملکہ کو تسلی دینے لگے۔ حانو اور چچا پریشان تھے کہ وہ یورکا اور زرکیسر کو کیا منہ دکھائیں گے؟ ملکہ پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ حانو نے کہا :

"ملکہ سلامت، فکر نہ کریں۔ میں شہزادے کو ڈھونڈ کر ہی دم لوں گا۔"

اتنا کہہ کر وہ اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر یمن کی سمت روانہ ہو گیا۔ وہ یمن جا کر عنبر کو تمام حالات سے فوری طور پر باخبر کرنا چاہتا تھا۔

آدھی رات کو دستک

دونوں جاسوس شہزادے کو اغوا کر کے یمن کی سرحد میں داخل ہو گئے۔

وہ ایک ایسی خفیہ جگہ سے داخل ہوئے تھے، جہاں سرحدی محافظوں کی کوئی چوکی نہیں تھی۔ وہ جلد سے جلد اُس مُلک کے میدانوں اور پہاڑی علاقے کو عبور کر کے بابل کی طرف نکل جانا چاہتے تھے۔ لیکن راستے میں شہزادہ اچانک بیمار ہو گیا۔ اُسے اِس شدّت سے بخار آ گیا کہ اُس کا سارا جسم گرم ہو کر پھُکنے لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ اُس کا سانس بھی اکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ جاسوس پریشان ہو گئے۔ وہ شہزادے کو زندہ حالت میں بخت نصر کے دربار تک پہنچانا چاہتے تھے۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"یہاں تو ارد گرد کوئی بستی بھی نہیں ہے جہاں شہزادے کے لیے کسی حکیم سے کوئی دوا حاصل کی جائے۔"

"یہاں سے قریبی شہر کتنی دُور ہو گا؟ تم تو اس علاقے میں گھومتے پھرتے رہے ہو!"

"یہاں سے ایک منزل پر یمن کا سب سے بڑا شہر حنائی ہے۔ صرف وہاں پہنچ کر ہمیں طبی مدد مل سکتی ہے"

"کیا وہاں کوئی واقف کار ہے تمہارا؟"

"ایک گھوڑوں کا تاجر میرا دوست ہے"

"اُس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟"

"ہاں — وہ بڑا بھروسے کا آدمی ہے اور پھر اُسے کیا معلوم کہ ہم شہزادے کو اغوا کر کے لے جا رہے ہیں"

"تو پھر اُس کے ہاں چلو، شہزادے کا زندہ رہنا بہت ضروری ہے"

اُنہوں نے شہر حنائی کی طرف گھوڑے ڈال دیے۔ اس وقت شام ہو رہی تھی۔ رات کے سائے گہرے ہوئے تو وہ شہر حنائی میں داخل ہو گئے۔ دکانیں، بازار بند ہو چکے تھے۔ کہیں کہیں مکانوں میں شمع جل رہی تھی۔ وہ گھوڑوں کے تاجر کی حویلی میں آ گئے — جاسوس نے دروازے پر دستک دی۔ غلام باہر آیا۔ جاسوس نے اُسے کہا کہ اپنے مالک سے جا کر کہے کہ اُس کا ایک گہرا دوست آیا ہے۔ غلام نے اندر جا کر اطلاع کی تو تاجر سونے کے لباس میں باہر آ گیا۔ اپنے دوست کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا۔

"تم اِس وقت کہاں دوست، آؤ اندر آؤ"

"بس ایک ضروری کام سے آنا پڑا"

اندر جا کر اُنھوں نے شہزادے کو ایک بستر پر لِٹا دیا۔ وہ بیہوش تھا۔ گھوڑوں کے تاجر نے پُوچھا:

"یہ کون ہے لڑکا؟"

"یہ میرے دوست کا بیٹا ہے۔ ہم بابل کی طرف جا رہے تھے کہ اِسے سخت بخار آگیا۔ علاج کے لیے مجبوراً حنائی کا رُخ کرنا پڑا۔"

تاجر نے شہزادے کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"اِسے تو بڑا سخت بُخار ہے۔"

"اِسی لیے تو مَیں اِسے یہاں لایا ہُوں۔"

"یہ کب سے بے ہوش ہے؟"

"اِسے چھوڑو، تم یہ بتاؤ کہ کیا اِس وقت یہاں کہیں سے کِسی حکیم کا بندوبست ہو سکتا ہے جو اِس لڑکے کا علاج کر کے اِسے تندرست کر سکے؟"

تاجر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا:

"یہاں مَیں صرف ایک حکیم کو جانتا ہُوں جو بہت قابل آدمی ہے۔ وُہ امیر لوگوں کا علاج کرتا ہے۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ اُس کے خاص تعلقات ہیں اِس لیے میں اُسے یہاں لا سکتا ہُوں۔"

"تو پھر جلدی سے اسے لے آؤ۔"

"اِس وقت؟"

"ہاں ہاں، اِسی وقت! بچے کی حالت بہت خراب ہے۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا تم لوگ یہاں بیٹھو۔ میں ابھی جا کر اُسے لانے کی کوشش کرتا ہوں"

دونوں جاسوس بے ہوش شہزادے کے پاس بیٹھ گئے اور تاجر حویلی کے دروازے میں سے نکل کر حکیم عنبر کی حویلی کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہ تاجر اتفاق سے حکیم عنبر کا گہرا دوست تھا۔ عنبر جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ رات کو ایک بار اپنی حویلی میں یہ دیکھنے کے لیے ضرور آتا تھا کہ کوئی اُس سے ملنے تو نہیں آیا۔ اُسے یورکا اور زرکبیر کا انتظار تھا۔

تاجر تھوڑی ہی دیر میں عنبر کی حویلی میں پہنچ گیا۔

عنبر اُس وقت اپنی حویلی سے واپس شاہی محل میں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ باہر نکلنے ہی والا تھا کہ سامنے سے گھوڑوں کا تاجر آتا دکھائی دیا۔ عنبر نے کہا:

"خیر گام، تم اِس وقت کہاں پھر رہے ہو؟"

"یار میں تمہاری طرف ہی آ رہا تھا"

"وہ کیوں، خیریت تو ہے نا؟"

"میں تو خیریت سے ہوں۔ لیکن میرے ایک عزیز دوست کا لڑکا بے حد بیمار ہے۔ وہ بخار میں بے ہوش پڑا ہے۔ اگر تم میرے ساتھ چل کر اُسے دیکھ لو تو میں بڑا شکر گزار ہوں گا"

"اگر میں تمہیں دوائی دے دوں تو کیا خیال ہے خیر گام؟"

"نہیں بھائی، تم میرے دوست ہو تو اس وقت میری عزت کی خاطر میرے ساتھ چل کر خود مریض کو دیکھو اور اس کا علاج کرو! ورگرنہ میرا دوست کہے گا کہ یہاں میری کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔"

"یہ بات ہے تو میں ابھی تمہارے ساتھ چلے چلتا ہوں۔ دوستوں کے لیے تو میں اپنے آرام و آسائش کی قربانی دینے کو ہر وقت تیار ہوں۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ عنبر۔"

غرض گھوڑوں کا تاجر حکیم عنبر کو ساتھ لے کر اپنی حویلی میں آگیا۔ اس وقت رات کافی گزر چکی تھی۔ تاجر اسے ایک کمرے میں لے گیا جہاں دونوں جاسوس قالین پر بیٹھے تھے اور ان کے درمیان ایک لڑکا بے ہوش پڑا تھا۔ عنبر مریض کو دیکھنے کے لیے آگے کو جھکا تو حیرت سے اس کا دل اچھل کر اس کے حلق میں آگیا۔

اگر وہ ضبط سے کام نہ لیتا تو اس کے منہ سے ضرور چیخ نکل جاتی۔ کیونکہ اس کے سامنے قالین پر نینوا کا شہزادہ ماروت بیہوش پڑا تھا۔ عنبر نے پوچھا:

"اس کی یہ حالت کب سے ہے؟"

ایک جاسوس نے کہا:

"صبح سے یہ بخار میں پھنک رہا ہے۔"

"کیا یہ آپ کا بیٹا ہے؟"

جاسوس نے غم زدہ آواز میں کہا :

"کاش، اِس کی جگہ مَیں بے ہوش ہو جاتا۔ اِس کی جگہ مجھے بخار آ جاتا۔ دیوتاؤں کے لیے میرے بچے کا علاج جلدی کریں۔ اِسے ہوش میں لے آئیں۔"

عنبر اُس شخص کی مکاری پر بہت خوش ہُوا۔ اُسے معلوم تھا کہ شہزادہ اُس کا بیٹا نہیں ہے۔ پھر بھی وہ باپ کی کامیاب اداکاری کر رہا تھا۔ عنبر نے شہزادے کی نبض دیکھی اور گہری سوچ میں پڑ گیا۔ وُہ حیران ہو رہا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور اُنھوں نے شہزادے کو کیسے اغوا کر لیا۔ ملکہ اور مالو کہاں ہیں؟ اُن کا کیا حال ہے؟ وُہ یہ ساری باتیں اُن لوگوں سے پُوچھ بھی نہیں سکتا تھا اور معلوم کرنے کو بے چین بھی تھا۔ جاسوس یہ سمجھ رہے تھے کہ حکیم بیماری کے علاج پر غور کر رہا ہے۔ آخر ایک نے پُوچھا :

"بچہ صحت مند ہو جائے گا حکیم صاحب؟"

"ضرور ہو جائے گا۔ لیکن میں یہاں اِس کا علاج نہیں کر سکتا۔"

"وُہ کیوں؟"

"آپ اِسے میری حویلی کے شفا خانے میں لے آئیں۔ وہاں مَیں اس کا علاج کر کے اُسے صحت مند کر دوں گا۔"

دونوں جاسوس وہاں سے کسی دوسری جگہ نہیں جانا چاہتے تھے۔

انہوں نے کہا :

"کیا اس جگہ آپ بچے کا علاج نہیں کر سکتے ؟"

"جی نہیں، یہاں علاج کا پورا انتظام نہیں ہے۔ آپ کا بچہ شدید سرسام میں مبتلا ہے۔ اگر اسے جلد میرے شفا خانے نہ پہنچایا گیا تو یہ مر جائے گا اور اس کی لاش پھول کر پھٹ جائے گی"

جاسوس فکر میں پڑ گئے۔ تاجر نے کہا :

"میرا تو خیال ہے کہ بچے کو شفا خانے لے جانا چاہیے۔ آخر وہاں لے جانے میں کیا حرج ہے۔ جب کہ بچے کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"ٹھیک ہے ہم اسے شفا خانے میں لیے چلتے ہیں!"

"تو چلیے۔ یہ بھی میں صرف اس لیے تیار ہو گیا ہوں کہ آپ میرے ایک دوست کے دوست ہیں جس کی کوئی بات میں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ حکیم عنبر صاحب :

دونوں جاسوسوں نے شہزادے کو گھوڑے پر ڈالا اور اسے عنبر کی حویلی والے شفا خانے میں لے آئے۔ جاسوس شہزادے کو اکیلا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ وہ ہر جگہ بے ہوش شہزادے کے ساتھ ساتھ رہتے۔ عنبر نے اسے ایک پلنگ پر لٹا دیا اور ایک ایسی گولی کھلا دی جس کی وجہ سے ایک گھنٹے بعد ہوش میں آ جانا تھا۔ لیکن عنبر جاسوسوں

کی موجودگی میں شہزادے سے کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے کہا :
"آپ لوگ مریض کو اکیلا چھوڑ کر دوسرے کمرے میں جا کر آرام کریں ۔ مَیں نے مریض کو جو دوا دی ہے ۔ اس کی وجہ سے وہ ساری رات سویا رہے گا ۔ صبح وُہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوگا"
وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہُوئے بے دلی سے اُٹھے اور ساتھ والے کمرے میں آ گئے ۔ عنبر بھی اُن کے ساتھ ہی آیا ۔ اُنہیں اگرچہ یقین تھا کہ وُہ بے ضرر ہاتھوں میں ہیں اور عنبر قیامت تک معلوم نہ کر سکے گا کہ وُہ نینوا کے شہزادے کا علاج کر رہا ہے ۔ پھر بھی وُہ شہزادے کے بارے میں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہتے تھے ؛ تاہم یہاں عنبر کی بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا اِس لیے کہ شہزادہ واقعی بہت بیمار تھا ۔ دونوں جاسوس شہزادے کو اکیلا چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے ۔ وُہ بستروں پر لیٹ گئے ۔ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے ۔ لیٹتے ہی ایسے سوئے کہ ساری حویلی میں اُن کے خراٹے گونجنے لگے ۔ عنبر اسی وقت کا انتظار کر رہا تھا ۔ اُس نے جو دوا شہزادے کو دی تھی اُس کی وجہ سے اب وہ ہوش میں آنے ہی والا تھا ؛ چنانچہ وہ شہزادے کے پاس آ گیا ۔
شہزادہ بے ہوش تھا ۔
عنبر نے اُس کے ماتھے پر ایک دوا مَلی ۔ شہزادے نے آنکھیں

کھول دیں۔ وہ بڑے غور سے عنبر کو دیکھنے لگا :

"آپ ہیں ؟ آپ — آپ —؟"

"شی، خاموش رہو شہزادہ سلامت۔ ربِ عظیم نے رحم کیا جو آپ کو میرے پاس بھیج دیا۔ آپ اس وقت میری حویلی میں ہیں"

"اور — اور وہ — وہ ڈاکو ؟"

"وہ ساتھ والے کمرے میں سو رہے ہیں۔ آپ سو جائیں اور یہی ظاہر کریں کہ بے ہوش ہیں۔ اُن کا میں بندوبست کر لیتا ہوں"

شہزادے نے آنکھیں بند کر لیں اور عنبر وہاں سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں آ گیا۔ جہاں دونوں جاسوس بے سُدھ پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ وہ اب ساری بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا کہ یہ لوگ شاہ بخت نصر کے آدمی ہیں اور شہزادے کو اغوا کر کے واپس بابل لیے جا رہے ہیں۔ مگر اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ یہ لوگ شہزادے کو لے کر مین کی طرف کیوں کر نکل آئے۔ یہ تو شہزادے کی خوش قسمتی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

اب عنبر فوراً سے پہلے اُن دو جاسوسوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے پہلے وہ ان دونوں سے فارغ ہو جانا چاہتا تھا۔ اُس نے الماری کھول کر اُس میں سے ایک ایسے زہر کی شیشی نکالی جس کا ایک قطرہ اگر ہاتھی کو پلا دیا جائے تو تڑپ کر زمین پر گرے اور فوراً مر جائے۔ عنبر نے ان دونوں جاسوسوں کو

ہلاک کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کیونکہ اِس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ اگر وُہ اُن دونوں کو بے ہوش کر کے شہر سے باہر کہیں جگہ پھینک آتے اور شہزادے کو اپنے ساتھ محل میں لے جاتے تو یہ ضروری بات تھی کہ دونوں جاسوس ہوش میں آنے کے بعد گھوڑوں کے تاجر کے پاس جا کر شکایت کرتے کہ اس کے دوست حکیم عنبر نے انہیں بے ہوش کر کے نالے میں پھینک دیا تھا اور شہزادے کو اغوا کر لیا ہے۔ اس طرح یہ بھی ضروری تھا کہ تاجر عنبر کے پاس آتا اور اپنے دوست کے بیمار بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کرتا۔

یُوں حالات زیادہ خطرناک صورت اختیار کر سکتے تھے اور بات شاہین تموربی تک بھی پہنچ سکتی تھی۔ اِس لیے عنبر کے لیے لازمی ہو گیا تھا کہ وہ اُن جاسوسوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر شہر سے باہر کسی ویران علاقے میں جا کر گڑھے میں دبا دے اور صبح تاجر اگر پُوچھے تو وُہ یہی کہے کہ اُس کے دوست کے بیٹے کو آرام آ گیا تھا اور وہ لوگ صبح دم واپس چلے گئے تھے۔

عنبر نے زہر کی شیشی ہاتھ میں پکڑی اور دونوں جاسوسوں کے قریب آ گیا۔

وُہ بے خبر سو رہے تھے اور اُن کے منہ خراٹے لیتے ہُوئے کھُلے تھے۔ عنبر نے مزید کُچھ سوچے سمجھے بغیر شیشی کا منہ کھولا اور ایک ایک قطرہ زہر کا دونوں کے حلق میں ٹپکا دیا۔ زہر نے جسم

کے اندر جاتے ہی اپنا اثر دکھا دیا۔ دونوں جاسوس ذرا سا ہلے اور اُن کے خراٹے ایک دم بند ہوگئے۔ وہ مر چکے تھے۔ عنبر نے شہزادے کو جاکر ساری صورت حال سے باخبر کر دیا اور کہا:

"میں ان ڈاکوؤں کی لاشیں ویرانے میں دفن کرنے جا رہا ہوں، آپ میرے آنے تک اطمینان سے دروازہ بند کر کے یہاں بیٹھیں اور اگر کوئی آئے تو دروازہ ہرگز نہ کھولیں"

"ایسے ہی ہوگا عنبر"

عنبر نے دونوں جاسوسوں کی لاشیں اٹھا کر گھوڑے پر ڈالیں اور انہیں لے کر رات کے اندھیرے میں سنسان شہر کے بازاروں اور گلیوں میں سے ہوتا باہر ویرانے میں آگیا۔ یہاں اُس نے ایک پہاڑی کے دامن میں زمین میں ایک گڑھا کھودا اور دونوں لاشوں کو اُس میں دفن کر کے اُوپر مٹی ڈال دی۔ اِس کام سے فارغ ہو کر وہ فوراً واپس آگیا۔ شہزادہ اکیلا پریشان ہو رہا تھا۔ اُس نے پُوچھا:

"کیا ڈاکوؤں کو دفن کر دیا عنبر؟"

"ہاں شہزادہ سلامت، مگر یہ سب کچھ کیسے ہُوا؟ یہ لوگ تو آپ کو لے کر شاہ بابل کے دربار میں جا رہے تھے جو یقیناً آپ کو ہلاک کر دیتا"

شہزادے نے کہا:

"ہماری خود سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ ہم لوگ کھانا کھا رہے تھے۔

بس ہم نے پانی پیا اور ایک ایک کر کے سبھی بے ہوش ہو گئے۔"

"ضرور اُنھوں نے چچا حبشی کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر پانی کے مٹکے میں بے ہوشی کی دوا ملا دی ہو گی۔ کیا ملکہ اور مانو اُسی جگہ ہیں؟"

"ہاں، ڈاکوؤں نے راستے میں مجھے کہا تھا کہ ہم تجھے بخت نصر کے پاس لیے جا رہے ہیں اور تمہاری والدہ اور غلام کو ہم نے کچھ نہیں کہا۔ ہمیں صرف یہی حکم تھا کہ تمہیں اغوا کر کے دربار میں لایا جائے۔"

"ربِ عظیم کا شکر ہے کہ اُس نے تمہیں آپ میرے پاس پہنچا دیا۔ اگر راستے میں آپ بیمار نہ ہوتے تو یہ لوگ کبھی میرے پاس نہ آتے۔ وہ یمن میں سے چوری چھپے گزر کر بابل کی طرف جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔"

پھر عنبر نے شہزادے کو بتایا کہ وُہ شاہِ یمن حموربی کے دربار میں وزیرِ خاص مقرر کر دیا گیا ہے۔ اُس نے حموربی کے دربار میں سارا قِصّہ شہزادے کو سُنا ڈالا۔ شہزادہ بڑا خوش ہُوا۔

"اب آپ کو میرے ساتھ شاہی محل میں چل کر رہنا ہوگا اور مناسب وقت آنے پر میں آپ کو شاہِ یمن سے بھی ملواؤں گا۔ مَیں نے اُس سے بخت نصر کے حملے، آپ کی زندگی اور ملکہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔

عنبر نے چونک کر کہا:

"ضرور گھوڑوں کا تاجر آیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے ڈاکوؤں کا کوئی ساتھی ہو۔"

"ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ میں ابھی جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

عنبر نے تلوار کھینچ کر ہاتھ میں لے لی اور دروازے کے پاس جا کر پوچھا:

"کون ہو تم؟"

"عنبر! میں ہوں یورکا۔"

عنبر نے یورکا کی آواز پہچان لی اور خوش ہو کر دروازہ کھول دیا۔

یورکا نے اندر آ کر عنبر کو گلے سے لگا لیا۔

"کہو حالات کس رُخ پر جا رہے ہیں۔ کیا تمہیں......"

اچانک اُس کی نظر شہزادے پر پڑ گئی۔ وُہ بات کرتے کرتے رُک گیا اور حیرت میں ڈوب کر شہزادے کو تکنے لگا۔

"شہزادہ سلامت، آپ یہاں کیسے؟ ملکہ اور غلام کہاں ہیں؟ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میں تو آپ کو قرطاجنہ میں چھوڑ کر آیا تھا۔"

"ان سے پوچھیں یورکا کہ میں یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں؟"

یورکا نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"یہ کیا راز ہے عنبر، کچھ تم ہی بتاؤ۔"

عنبر نے یورکا کو الف سے لے کر یے تک ساری داستان سُنا ڈالی۔
یورکا حیران بھی ہُوا اور خوش بھی ہُوا کہ شہزادہ زندہ سلامت تھا۔
"اس کا مطلب یہ ہُوا کہ بخت نصر کو شہزادے اور زرکسیر کے فرار ہو جانے کا بے حد صدمہ ہے اور وہ ہر حالت میں ان دونوں کو گرفتار کروانا چاہتا ہے۔"
"ظاہر ہے وہ تو ہر ممکن کوشش کرے گا۔ ہم نے تو شہزادے کو اغوا کر کے اس کے شاہی وقار کو خاک میں ملا دیا ہے"
"اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے حمورابی کے دربار میں کوئی مقام بنایا ہے یا نہیں؟"
"وہ بھی سب کام تسلی بخش طریقے سے ہو گیا ہے یورکا۔ تم اس وقت حکیم عنبر سے نہیں بلکہ حمورابی کے وزیر خاص سے باتیں کر رہے ہو۔"
"کیا یہ سچ ہے؟"
"سو فیصدی سچ ہے۔"
"دیوتاؤں کی مہربانی ہو چکی ہے عنبر! زرکسیر نے بھی وفادار فوجوں کو تیاری کا حکم دے دیا ہے۔"
"میں نے پوری تفصیل کے ساتھ حمورابی سے بات کی ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ جس وقت بخت نصر یمن پر حملہ کرے ہم اُس وقت ملکہ اور شہزادے کو لے کر نینوا پہنچ جائیں اور زرکسیر کی

قبائل میں وہاں شاہ بابل کے گورنر کے خلاف عام بغاوت کروا دیں۔
اس طرح بخت نصر کی آدھی فوج کی توجہ نینوا کی طرف بٹ جائے گی"
"تجویز تو بڑی معقول ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ بخت نصر یمن پر
حملہ کب کر رہا ہے؟"
"اس کے لیے حمورابی نے اپنے جاسوس بابل روانہ کر دیے ہیں"
"اگر بخت نصر نے یمن پر حملے میں دیر کر دی تو ہمیں نقصان
ہوگا"
"وہ کس طرح؟"
"وہ اس طرح کہ ہم وفادار فوجوں کا خرچ زیادہ دیر برداشت
نہیں کر سکتے"
"یہ تو تم نے ٹھیک کہا ہے"
عنبر سوچنے لگا، پھر بولا:
اس کا ایک ہی علاج ہو سکتا ہے کہ میں حمورابی سے بات کر کے
اپنی وفادار فوجوں کو یمن کی شاہی فوجوں کے ساتھ شامل کر لوں۔
اس طرح ہماری فوج کا سارا خرچ شاہی حکومت کے سر ہوگا"
"کیا حمورابی مان جائے گا؟"
"کیوں نہیں، آخر یہ فوج بھی اس کے ساتھ نینوا میں لڑے
گی"
"بڑی معقول تجویز ہے عنبر، تم بادشاہ سے بات کرو"۔

"تم بھی میرے ساتھ شاہی محل چلو: مَیں تمہیں بھی بادشاہ سے ملوانا چاہتا ہُوں"

"اگر تم مناسب خیال کرتے ہو تو ٹھیک ہے۔ مجھے زرکبیر کے پاس جا کر اُسے تازہ اطلاع بھی دینی ہے کہ یہاں حالات کیا ہیں"

"کوئی بات نہیں، تم ایک روز بعد سفر پر روانہ ہو جانا"

عنبر راتوں رات یورکا اور شہزادے کو ساتھ لے کر محل کی جانب چل پڑا۔

پُر اسرار مندر

•

یورکا اور شہزادے کو لے کر عنبر شاہی محل پہنچ گیا۔

شہزادہ حورتی کے شاہی محل میں بالکل محفوظ تھا۔ یورکا نے عنبر سے کہا کہ پیچھے ملکہ اور جانو شہزادے کی گمشدگی سے بہت پریشان ہوں گے۔ اس لیے میرا جلد سے جلد واپس جانا بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ وہ زرکبیر کو تمام حالات سے باخبر بھی کرنا چاہتا ہے۔ یورکا کا خیال بڑا مناسب تھا۔ عنبر بھی چاہتا تھا کہ شہزادے کی والدہ کو اطلاع کر دی جائے کہ شہزادہ اُن کے پاس بالکل محفوظ ہے۔ دگرنہ ماں اپنے بیٹے کی جُدائی میں رو رو کر بُرا حال کرلے گی۔ عنبر نے ملکہ کو شہزادے کی جُدائی میں بین کرتے دیکھا ہُوا تھا۔ اُس نے کہا:

"مَیں تمہیں شہزادے کے ساتھ حورتی کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہُوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم شہزادے کو بادشاہ کے سامنے پیش کرو۔ میری جگہ اگر زرکبیر جو کہ نینوا کی فوج کا سپہ سالار تھا، بادشاہ سے ملے تو زیادہ بہتر ہے۔"

عنبر کو یورکا کی بات پسند آئی۔ یہ حقیقت بھی تھی کہ بادشاہ کے حضور یورکا کی بجائے زرکیپر کو پیش کرنا چاہیے تھا تاکہ بادشاہ کو یقین ہو جائے کہ نینوا کی فوج اور عوام اس کے ساتھ ہیں۔ زرکیپر نینوا کی فوج کا نمائندہ تھا اور شہزادہ وہاں کے عوام کا نمائندہ تھا۔ کیونکہ نینوا کے عوام اپنے شہزادے اور ملکہ پر جان دیتے تھے۔

"پھر ایسا کرو، تم آج ہی ملکہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ انہیں کہو کہ شہزادہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور ہم عنقریب ملکہ سلامت کو بھی حمورابی کے شاہی محل میں لے آئیں گے۔"

"بہت بہتر"

یورکا اسی وقت اپنے واپسی کے سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

عنبر نے شہزادے کو اپنے خاص کمرے میں آرام دہ مسہری لگوادی اور خود دربار میں آگیا۔ دربار میں اس روز نینوا کے کچھ جنگی قیدیوں کو پیش کیا جا رہا تھا جنہیں بخت نصر کے سپاہی قید کر کے اپنے ساتھ بابل لے گئے تھے اور جو وہاں سے کسی نہ کسی طرح فرار ہو کر یمن کی سرحد پر پہنچ گئے تھے اور جہاں یمن کے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا تھا۔ حمورابی ان قیدیوں سے بابل کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دربار لگا اور حمورابی اپنے تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ قیدیوں کو پیش کیا جائے۔

چھ سات قیدی زنجیروں میں جکڑے ہوئے سامنے آ کر جھک

گئے۔ حموربی نے اُن سے پوچھا :

"تم لوگ بھاگ کر یمن کی سرحد پر کیوں آئے ؟"

قیدیوں کے ایک نمائندے نے جھک کر کہا :

"جہاں پناہ، ہمارے لیے سوائے یمن کے اور کوئی پناہ گاہ نہیں تھی۔"

"یہ خیال تمہیں کیوں کر آیا ؟"

"اِس لیے جہاں پناہ کہ یمن بھی ہمارے ملک نینوا کی طرح بابل کے بادشاہ کا دشمن ہے اور بابل میں آپ کے ملک پر حملہ کرنے کی زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نینوا کے ساتھ آپ کے ملک کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔"

"تم نے اِن تیاریوں کو کیسے دیکھا۔ تم لوگ تو دشمن کی قید میں تھے ؟"

"جہاں پناہ، ہمیں جیل خانے کے سپاہیوں نے بتایا تھا کہ وہ لوگ اسی موسم بہار میں یمن پر حملہ کر کے وہاں سے لوٹ مار کا سامان اور بے شمار جنگی قیدی غلام بنا کر لائیں گے۔"

"نینوا میں تمہیں کہاں گرفتار کیا گیا تھا ؟"

"شاہی محل کے باہر جہاں پناہ، ہمارے ساتھی لڑتے لڑتے ہلاک کر دیے گئے تھے۔ دشمن نے ہمیں گرفتار کر لیا اور غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گئے۔"

اِس موقع پر بادشاہ حموربی نے جُھک کر پاس کھڑے ہوئے وزیر خاص عنبر کے کان میں کچھ کہا۔ عنبر نے نہایت ادب سے سر جھکایا اور قیدی سے پُوچھا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ نینوا کا بادشاہ، ملکہ اور شہزادے اُس وقت کہاں تھے؟"

"حضور، دشمن نے ہمارے بادشاہ کو ہلاک کر دیا تھا۔ ملکہ کو قید کر کے لے گئے تھے۔"

"اور شہزادے؟"

"شہزادوں کو بھی بخت نصر نے قتل کر دیا تھا۔ صرف ہمارا سپہ سالار زرکسیر دشمن سے جان بچا کر فرار ہو سکا تھا۔"

"کیا تمہیں اِس بات کا دُکھ نہیں کہ دُشمن کی فوجوں نے تمہارے شہر نینوا کو جلا کر خاک کر دیا اور تمہارے بادشاہ کو قتل کر دیا؟"

"ہمیں اِس سے بڑا دُکھ اور کوئی نہیں ہو سکتا حضور، کاش! ہم اپنے وطن کی آبرو پر اپنی جانیں قربان کر سکتے۔"

"اگر تمہیں نینوا کے گورنر کے خلاف جنگ کا حکم دیا جائے تو کیا تم وہاں جا کر لڑو گے؟"

"اکیلے حضور؟"

"نہیں، اپنے دُوسرے فوجیوں کے ساتھ۔"

"کاش، ایسا ہو سکتا۔ اگر ایسا ہو جاتے تو ہم اسی وقت گورنر

نینوا کے محل پر حملہ کرنے کو تیار ہیں۔ خواہ اِس میں ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

عنبر نے جُھک کر بادشاہ حمورَبی سے کچھ کہا۔ بادشاہ نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ ایک سپاہی آگے بڑھا۔ اُس نے تمام قیدیوں کی زنجیریں کھول دیں۔

"آج سے تم آزاد ہو اور میں کی فوج کے سپاہی سمجھے جاؤ گے۔"

"حمورَبی زندہ باد — بخت بلند ہو — دیوتاؤں کی رحمت ہو۔"

قیدیوں نے جُھک کر تین بار کورنش بجا لائی اور سپاہی کے ساتھ دربار سے باہر نکل گئے۔ حمورَبی نے دربار برخاست کر دیا اور عنبر سے کہا:

"تم ہمارے ساتھ آؤ عنبر۔"

"جو حکم جہاں پناہ۔"

حمورَبی عنبر کو ساتھ لے کر محل کے ایک خاص کمرے میں آ گیا۔ وہاں اُن دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اُس نے عنبر سے پوچھا:

"کیا خیال ہے عنبر، یہ سپاہی وفادار ہیں ملکہ کے؟"

"نینوا کا ہر سپاہی ملکہ اور شہزادے کا وفادار ہے جہاں پناہ، وُہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔"

"تم نے معلوم کیا کہ تمہاری فوج کا سپہ سالار زرکیسرا اس وقت کہاں ہے؟"

"جہاں پناہ، وہ یمن کے جنوب میں سُرخ پہاڑ کے غاروں میں وفادار فوج کو جمع کر چکا ہے اور سرکار کے حکم کا منتظر ہے۔"

"اُسے پیغام بھجوادو کہ جب تک بخت نصر ہمارے ملک پر حملہ نہیں کرتا ہم اُسے نینوا میں فوجی گورنر کے خلاف بغاوت کروانے کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ اس سے سوائے خون خرابے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بخت نصر کی ساری فوج نینوا کی بغاوت کو کچل کر رکھ دے گی۔"

"اگر حکم ہو تو میں زرکیسر کو سرکار کی خدمت میں پیش کروں تاکہ جہاں پناہ خود سپہ سالار سے تفصیلی بات چیت کر سکیں۔"

"یہ خیال بھی مناسب ہے۔"

"دُوسری بات یہ ہے حضور کہ ابھی تک ہمارے جاسوس بابل سے واپس نہیں آئے اور ہمیں کوئی خبر نہیں ہے کہ بخت نصر موسم بہار میں یمن پر حملہ کر رہا ہے یا نہیں۔ زرکیسر نے وفادار فوجوں کی ایک بھاری تعداد اپنے ارد گرد جمع کر لی ہے۔ یہ فوج یمن کی وفادار فوج بھی ہے۔ جُوں جُوں دیر ہو رہی ہے۔ اس فوج میں بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔ کیونکہ زرکیسر اتنی فوج کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہ تو ایک قدرتی بات ہے عنبر، فوجیں ملک کی آمدنی کے حساب سے رکھی جاتی ہیں۔ ایک اکیلا آدمی اتنی بڑی فوج کا خرچ

کیسے برداشت کر سکتا ہے "

" اسی خیال سے میں اکثر پریشان رہتا ہوں جہاں پناہ کہ زرکبیر کی فوج یمن کی وفادار اور مصیبت کے وقت ہمارے کام آنے والی فوج ہے۔ اسی فوج نے نینوا میں بغاوت کروا کر بخت نصر کی فوجی طاقت کو توڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اگر اس فوج کے سپاہی محض بھوک سے تنگ آ کر واپس جانا شروع ہو گئے تو یہ یمن کا بہت بڑا نقصان ہو گا۔ یہ فوجی اس وقت یمن کے لیے اپنی جان بھی قربان کر دینے کو تیار ہیں "

حوربی خاموش ہو گیا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں ہے۔ اس نے سر اٹھا کر پوچھا :

" پھر تمہارا کیا خیال ہے عنبر ؟ "

" میرا تو خیال ہے جہاں پناہ کہ ہم نینوا کی اس فوج کو یمن کی فوج میں شامل کر لیں تو ان کا ایک الگ ہراول دستہ بنا دیں جو میدان جنگ میں سب سے پہلے دشمن کا مقابلہ کرے "

" ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر تمہاری رائے بھی یہی ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم شوق سے زرکبیر کو اطلاع بھجوا سکتے ہو کہ وہ اپنے وفادار سپاہیوں کو لے کر یمن کے دارالحکومت میں آ جائے "

" جو حکم جہاں پناہ "

"لیکن ایک بات کا خیال رہے۔" حورتی نے ہیرے جواہرات کی انگوٹھیوں والی انگلی اٹھا کر کہا۔ عنبر نے ادب سے پوچھا:

"ارشاد جہاں پناہ۔"

"کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے کہ شہر میں کوئی فوج داخل ہوئی ہے۔ سپاہیوں کو چاہیے کہ وہ رات کو بھیس بدل کر ہمارے شہر میں آئیں اور چھاؤنی میں جا کر رہنے لگیں۔"

"ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ۔"

"اب آپ جا سکتے ہیں۔"

عنبر نے جھک کر ادب سے کورنش بجا لائی اور بادشاہ کے محل خاص سے باہر آگیا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا اور اب جلدی سے یورکا اور شہزادے کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ یورکا سفر پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہی تھا کہ عنبر پہنچ گیا۔ اُس نے شہزادے اور یورکا کو بادشاہ کے ساتھ ہوئی ساری گفتگو سنا ڈالی۔ یورکا بہت خوش ہوا۔ کیوں کہ وفادار فوج کی بے کاری اور بھوک کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

"اب تم فوراً زرکیسر کے پاس پہنچو اور اُسے کہو کہ ساری کی ساری فوج کو چھوٹے چھوٹے دستوں کی صورت میں لے کر دارالحکومت پہنچانا شروع کر دے۔"

"میں ابھی سفر پر روانہ ہوتا ہوں۔"

"اِس بات کی خاص طور پر تاکید کرنا کہ کوئی بھی سپاہی زرہ بکتر پہن کر نہ آئے۔ بلکہ عام شہریوں کے لباس میں ہو اور اسلحہ چھپا ہُوا ہو۔ بادشاہ عوام کو نہیں بتانا چاہتا کہ دارالحکومت میں نینوا کے سپاہی جمع ہو رہے ہیں۔"

"بڑا مناسب خیال ہے۔"

"اب تم ربِ عظیم کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔"

یورکا اسی روز حنائی سے یمن کے سُرخ پہاڑوں کی طرف چل پڑا۔ عنبر نے یورکا کے جانے کے بعد اطمینان کا سانس لیا۔ وُہ اپنے بڑے مشکل منصوبے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے شہزادے کو اپنے کمرۂ خاص میں بٹھایا اور خود اُس پُراسرار ویران مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس کے بارے میں دیوی بلبلیس نے اُسے کہا تھا۔

"اگر تمہیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو ویران مندر میں جا کر میری بہن کو تین بار آواز دینا۔ وُہ تمہاری مدد کو آ جائے گی۔ اُسے میری انگوٹھی دکھا دینا۔"

انگوٹھی عنبر نے جیب میں رکھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے مغربی پہاڑوں میں پُراسرار مندر کی تلاش کو چل پڑا۔ اُس زمانے میں آبادیاں بہت کم ہُوا کرتی تھیں اور ویرانے بہت زیادہ ہوا کرتے تھے۔ ویرانے تلاش کرنا بہت آسان تھا۔ عنبر

بھی تلاش کرتے کرتے آخر ایک پہاڑ کے پاس پہنچ گیا جس کے پہلو میں کسی پُرانے مندر کے کھنڈر دکھائی دیے۔ یہ مندر پُرانے فرعونوں کے دَور کا تھا اور اُس کے ستون گرے ہوئے تھے۔ پتھر کی سیڑھیوں پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ ایک جگہ سے اندھیرا راستہ مندر کے اندر کو جاتا تھا۔ عنبر نے گھوڑا باہر باندھا اور خود مندر کے اندر داخل ہو گیا۔

آگ کا شعلہ

عنبر پُراسرار، ویران مندر کے بڑے تہہ خانے میں آگیا۔ تہہ خانے کی چھت پہاڑ کے نوکیلے پتھروں کی تھی اور اُن کے ساتھ جالے بادلوں کی طرح لٹک رہے تھے۔ دیواروں پر پتھروں میں سے نقش و نگار کھودے گئے تھے۔ کہیں کوئی دیوی دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے کھڑی تھی۔ کہیں بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ کہیں کسی مُردے کو لکڑیوں کے ڈھیر پر جلایا جا رہا تھا۔ کہیں دیوتا کسی انسان کی قربانی قبول کر رہا تھا۔ قربانی دینے والے انسان کو چبوترے پر لٹا کر پجاری ذبح کر رہے تھے۔ عنبر ان پتھریلی تصویروں کو ایک ایک کر کے غور سے دیکھنے لگا۔ اُس نے محسوس کیا کہ ہر تصویر میں ایک لمبے بالوں والی عورت ضرور کہیں نہ کہیں موجود ہے بلکہ ایک جگہ تو وُہ خوفناک شکل والی دیوی بن کر انسانوں کو ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر دہکتی آگ میں ڈال رہی ہے۔ اس عورت کی شکل ورلوی بلطیس سے بڑی ملتی جلتی تھی۔ عنبر نے محسوس کیا کہ ہو نہ ہو یہی بلطیس کی بہن ہو گی جس کی رُوح اس مندر میں صدیوں سے آوارہ بھٹک رہی ہے۔

چھت کے ایک کونے میں سوراخ تھا جہاں سے روشنی کی کرنیں مندر کے تہہ خانے میں داخل ہو کر وہاں کے ٹھنڈے پُر اسرار اندھیرے کو کسی حد تک دُور کر رہی تھیں۔ تہہ خانے کے وسط میں پتھر کے سیاہ ستونوں کے درمیان ایک چبوترہ سا بنا تھا جس کے اوپر ایک نوکیلے سینگوں والے قوی ہیکل بھینسے کا مجسّمہ کھڑا تھا۔ اس بھینسے کی ایک ٹانگ اور پیٹھ کا نصف حِصّہ ڈھے چُکا تھا۔ فضا میں گہری خاموشی طاری تھی۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ دیوی بلطیس کی بہن کو تین بار آواز دے۔ عنبر نے چھت کی طرف منہ کرکے تین بار آواز دی۔

"اے دیوی بلطیس کی بہن، مَیں تم سے ملنے آیا ہُوں....."

اُس کی آواز تہہ خانے کی فضا میں گونج اُٹھی۔ پہلی آواز پر بہت سے چمگادڑ چھت میں سے پھڑپھڑاتے ہُوئے نکلے اور باہر کو اُڑ گئے۔ وُہ ڈر گیا کہ یہ بلائیں کہاں سے آ گئیں۔ تیسری آواز پر چبوترے کے آگے آگ کا ایک خوفناک شعلہ زمین پر سے اُٹھا اور لپک کر چھت کی طرف غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی چبوترے کے مجسّمے پر بلطیس دیوی کی بہن کی رُوح نمودار ہُوئی۔ وہ مجسّمے پر بیٹھی تھی۔ اُس کی سُرخ آنکھوں سے آگ کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ سَر کے بال کُھلے تھے اور اگلے دو دانت ہونٹوں سے باہر جھانک رہے تھے۔ اُس کی شکل و صورت بڑی ڈراؤنی تھی۔ عنبر نے اُسے پہچان لیا۔ یہ وہی خوفناک

شکل و صورت والی دیوی تھی۔ جس کی شکل دیوار کی پتھریلی تصویروں پر قریباً ہر جگہ موجود تھی۔ رُوح نے عنبر کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور اپنا ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے عنبر کی طرف جُھکا۔

آگ کا ایک گولا سا مجسمے کے منہ سے نکل کر عنبر کے پاؤں کے پاس آ کر رُک گیا۔ رُوح نے دُوسری بار غصّے سے ہاتھ کو زور سے جُھکا دیا۔ آگ کا گولا ذرا سا حرکت کر کے ویسے ہی زمین پر جما رہا۔ بدرُوح نے غصّے میں ایک چیخ ماری اور چھت میں سے ایک لمبی چونچ والا ہاتھی کے برابر پرندہ غوطہ لگا کر عنبر کی طرف آیا اور اُس کے سر کے اردگرد دو چکر لگا کر چیختا چلاتا فضا میں غائب ہو گیا۔ رُوح نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا اور غضب ناک ہو کر بولی:

"کون ہو تم؟"

عنبر نے مُسکرا کر کہا:

"کاش یہ سوال تم اپنا جادو کا کھیل دکھانے سے پہلے پُوچھ لیتی۔ میرا نام عنبر ہے۔ مجھے تمہاری بہن دیوی بلطیس نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ ہے اُس کی انگوٹھی۔"

عنبر نے جیب سے انگوٹھی نکال کر بلطیس کی بہن کو دے دی۔

"اس انگوٹھی کی وجہ سے تم پر میرے جادو کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ مگر اب تم میرے جادو سے نہیں بچ سکو گے۔ تم خود چل کر میرے پاس آئے ہو۔ مَیں اپنی بہن کا شکریہ ادا کرتی ہُوں جس نے

ایک لذیذ گوشت والا نوجوان میرے پاس بھیجا. تمہیں کھا کر میں بے حد خوش ہوں گی "

عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ بدروح کیسی ہے کہ اُسے اپنی بڑی بہن کے الفاظ کا بھی خیال نہیں. یقیناً یہ کوئی خبیث رُوح ہے. عنبر نے سوچا ؛ وگرنہ یہ اپنی بہن کے الفاظ کا ضرور لحاظ کرتی. ظاہر ہے کہ وُہ اُسے ہلاک نہیں کر سکتی تھی۔ صرف اپنا اور اُس کا وقت ضائع کر سکتی تھی. عنبر نے کہا :

"اے بدرُوح ، تو مجھے ساری زندگی بھی کوشش کرتی رہے تو نہیں کھا سکتی. اس لیے اس خیال سے باز آجا "

بدرُوح قہقہہ مار کر ہنسی :

" میں ابھی تمہیں اس گستاخی کا مزا چکھاتی ہُوں "

اتنا کہہ کر اُس نے فضا میں ہاتھ بلند کیا. ایک جلتا ہوا نیزہ اُس کے ہاتھ میں آ گیا. اُس نے وُہ نیزہ فضا میں واپس اُچھال دیا. نیزہ اُچھلا اور زور سے ایک چکر کھا کر عنبر کے سر کی طرف آیا. عنبر اپنی جگہ پر اُسی طرح کھڑا رہا. جلتا ہُوا نیزہ اُس کے قریب آ کر بجھ کر زمین پر گر پڑا. بدرُوح نے دوسری بار جلتا ہُوا پتھر عنبر کی جانب پھینکا۔ مگر وُہ بھی عنبر کے قدموں میں آ کر ٹھنڈا ہو گیا. اب اُس نے ایک اژدہا کو حکم دیا کہ وہ عنبر کو جا کر نگل لے. اژدہا کے منہ سے آگ نکل رہی تھی اور اُس کی کئی زبانیں تھیں. اژدہا نے پھنکار

اری اور عنبر کی طرف دوڑ کر پڑکا۔ مگر اُس کے قریب جا کر یُوں پیچھے گر کر تڑپنے لگا جیسے وُہ کسی پتھریلی دیوار سے ٹکرا گیا ہو۔

عنبر نے مُسکرا کر کہا:

"اے بدرُوح، تو مجھے کبھی ہلاک نہیں کر سکتی۔ تیرا جادو مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔ اِس لیے بہتر ہے کہ تُو میری بات غور سے سُن"

بدرُوح نے بڑی نرمی سے کہا:

"تُو کون ہے۔ مجھے سچ سچ بتا"

"سُن اے بدرُوح، مَیں فرعون مصر عاطون کا بیٹا ہُوں اور دو ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہُوں"

اِتنا سُننا تھا کہ بدرُوح چبوترے پر سے اُتر کر عنبر کے پاس آ گئی اور جُھک کر بولی:

"اے مقدس انسان، مَیں آج سے تیری باندی ہُوں۔ مجھے تُو جو حُکم کرے گا مَیں اُس پر عمل کروں گی۔ بتا تجھے مجھ سے کس قسم کی مدد کی ضرورت ہے؟"

"سُن، بابل کا بادشاہ بخت نصر ملک یمن پر حملہ کر کے اُسے تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ یمن کا ملک کمزور ہے۔ اُس کے پاس اتنا اسلحہ اور فوج نہیں کہ وہ بخت ایسے طاقت ور اور جابر بادشاہ کی فوج کا مقابلہ کر سکے۔ میں چاہتا ہُوں کہ تُو شاہ بابل کے خلاف ہماری مدد کر"

"اے مقدس انسان، طلالہ کی رُوح نے تیری ہر بار مدد کی ہے۔ تو اُس سے کیوں نہیں کہتا ؟"

"طلالہ کی رُوح میری معافی کے بعد آسمان کی اُن بلندیوں میں چلی گئی ہے۔ جہاں سے وُہ زمین کی پستیوں میں دوبارا نہیں آ سکتی۔ اِس لیے اب تیرا یہ فرض ہے کہ ہماری مدد کر۔ اِس لیے کہ تو زمین کی پستیوں میں رہنے والی بھٹکتی رُوح ہے۔ اِس زمین کے دُشمن کے خلاف زمین ہی کے ذریعے استعمال کر اور بخت نصر کی فوج کو تباہ کرنے کا طریقہ بتا۔"

"اے عنبر تو بھی سُن لے کہ مجھے بھی ایک بددُعا ملی ہے جو مجھے اِس زمین پر ہمیشہ کی زندگی مل گئی۔ تو ہمیشہ زمین کی پستیوں میں رہے گا اور ان پستیوں کے دُکھ درد سہتا رہے گا۔ شیطان نے ایک بار کہا تھا کہ تو ہم سے ایک دن مدد مانگنے آئے گا۔ میں ہرگز تمہاری مدد نہ کرتی۔ اگر تُو شیطانی طاقتوں میں مجھ سے آگے نہ ہوتا۔"

"اب جب کہ تُو نے اپنی شکست کو مان لیا ہے تو پھر ہمارے ساتھ مل کر یمن کی فوج کی مدد کر۔"

"میں تیار ہُوں عنبر۔"

"تو ہماری کس طرح مدد کر سکتی ہے ؟"

"جس روز جنگ ہو اُس روز تو مجھے آواز دینا۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گی اور پھر دیکھنا کہ میں تمہاری کس طرح مدد کرتی ہُوں۔ لیکن

اس کے بدلے میں تجھے میری ایک شرط تسلیم کرنی ہو گی۔"

"وہ کون سی شرط ہے؟"

"تجھے اپنی زندگی کے دو ہزار برس مجھے دینے ہوں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"پھر میں جاتی ہوں۔ میدانِ جنگ میں ملاقات ہو گی۔"

زمین پر آگ کا شعلہ لپکا اور بدروح اس میں غائب ہو گئی۔ غار کے چبوترے پر بھینسے کا ٹوٹا ہوا بُت اسی طرح پڑا تھا۔ باہر سے چمگادڑیں پھڑپھڑاتی ہوئی آئیں اور غار کی چھت میں چھپ گئیں۔ عنبر غار سے باہر نکل آیا۔ اُس نے سوچا سودا مہنگا نہیں رہا۔ یمن کے مظلوم عوام کی جائز مدد کے لیے اگر اُس نے اپنی زندگی کے دو ہزار سال اُس بدروح کو دے دیے ہیں تو اچھا کیا ہے۔

غار کے باہر اُس کا گھوڑا ویسے ہی بندھا ہوا تھا۔ عنبر اُس پر سوار ہو کر واپس شاہی محل میں آ گیا۔ محل میں واپس آ کر اُس نے شہزادے سے کسی قسم کی کوئی بات نہ کی۔ اُس نے اِس کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دو دن گزر گئے۔ اُسے یورکا اور زرکسیر کا شدت سے انتظار تھا۔ تیسرے روز یورکا اور زرکسیر اُس کے پاس پہنچ گئے۔ زرکسیر نے آگے بڑھ کر عنبر کو گلے لگا لیا۔ کیونکہ عنبر کو حمورابی کے دربار میں جو شاندار کام کیا تھا۔ یورکا نے اُس کی ساری تفصیل اُسے بتا دی تھی۔

"عنبر، نینوا کے عوام ہمیشہ تمہارا نام فخر سے لیا کریں گے۔ تو

سنے ہمارے لیے وہ کام کیا ہے جو ہم مل کر بھی چاہتے تو نہ کر سکتے تھے۔"
"زرکسیر: میں نے مظلوم کی حمایت اور ظالم کی مخالفت کر کے اپنا انسانی فرض ادا کیا ہے۔ یہ بتاؤ فوج کے سپاہی کہاں ہیں؟"
"عنبر: فوج کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ بہت سے سپاہی بھوک سے تنگ آ کر چلے گئے ہیں۔ اس وقت بمشکل ایک ہزار کے قریب سپاہی ہیں جو تاجروں کے بھیس میں آج رات سے حنائی میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ وہ شہر کی مختلف سراؤں میں ٹھہریں گے جہاں سے ہم انہیں دس دس بیس بیس کر کے شاہی محل میں لے آئیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی بہتر رہے گا۔"
یورکا نے کہا:
"ملکہ اور دانو کو شہزادے کی بازیابی کی خبر دی تو وہ خوشی سے نہال ہو گئے۔ ملکہ کا تو غم کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔"
شہزادے نے پُوچھا:
"اب تو والدہ صاحبہ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟"
"اب تو تمہارے پاس آنے کی تیاری کر رہی ہیں۔"
شہزادے نے کہا:
"دیوتا میری امی کو مجھ سے جلد ملائیں۔"
عنبر نے زرکسیر سے کہا:
"بادشاہ حمورابی تم سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔ میں آج ہی

بادشاہ سے ملواؤں گا۔ لیکن تم نے وہاں یہ ضرور کہنا ہے کہ نینوا کے آس پاس ہماری بہت سی فوج چھپی ہوئی ہے جو وقت آنے پر بخت نصر کے خلاف جنگ کر دے گی۔"

"مگر وہ فوج آئے گی کہاں سے؟"

"اس کا انتظام میں کر لوں گا۔"

زرکیسر نے گہرا سانس بھر کر کہا:

"عنبر، ایک سپہ سالار کی حیثیت سے اگر تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ جنگ کی صورت میں کیا ہو گا تو میں تمہیں یہی کہوں گا کہ حمورابی کو شکست ہو گی۔"

یورکا نے کہا:

"وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح کہ ہماری طاقت بخت نصر کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ ہمارے گھوڑے اور چند ایک ہاتھی بخت نصر کے ہاتھیوں کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اس کے پاس پتھر اور آگ کے گولے پھینکنے والی توپوں کا کوئی شمار ہی نہیں اور ہمارے پاس ایسی توپیں انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔ پھر بخت نصر کئی ملکوں کو فتح کر چکا ہے۔ وہ فتح کے گھمنڈ میں ہے۔"

"نینوا کے لوگ اس کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔"

"نینوا پر اگر ہمارا قبضہ ہو بھی گیا عنبر تو یاد رکھو، میں بخت نصر کی

تباہی سے پھر بھی نہ بچ سکے گا۔ بخت نصر یمن پر قبضہ کرنے کے بعد نینوا کو بھی ایک بار پھر لے لے گا اور اِس دفعہ وُہ نینوا کے مکانوں پر ہل چلا کر زمین کے ساتھ ملیا میٹ کر دے گا۔"

عنبر نے بڑے اعتماد سے کہا:

"بخت نصر کو ہم شکستِ فاش دیں گے زرکسیر۔"

"مگر کس طرح؛ کس سے؟"

"یہ میدانِ جنگ میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"عنبر، میں فوجی ہوں، خواب و خیال کی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ مجھے تو عملی طور پر بتاؤ کہ کیا تم نے مصر یا یونان کے بادشاہوں سے خفیہ معاہدہ کر رکھا ہے؟"

"ایسا بالکل نہیں ہے۔ لیکن ہم اکیلے بھی نہیں ہیں۔"

زرکسیر نے سر کو یوں جھٹکا دیا جیسے عنبر کی باتوں کو مذاق سمجھ رہا ہو۔ پھر اُس نے کہا:

"میرا تو خیال ہے کہ مَیں بادشاہ حمورابی سے ملاقات کے دوران میں اُسے صاف صاف کھُل کر بتا دوں کہ صحیح صورتِ حال کیا ہے، تاکہ بادشاہ کسی غلط فہمی میں نہ رہے۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

"ربِ عظیم کی قسم ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اگر تم نے حمورابی کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر کر دی تو پانسہ پلٹ جائے گا اور ہو سکتا

ہے ہمارے سپاہیوں کو اور ہمیں واپس نینوا بھیج کر حورتی بخت نصر کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کر دے۔ اس لیے کہ اُسے ہماری امداد اور نینوا میں عوام کی کامیاب بغاوت پر بڑا بھروسہ ہے۔"

"مگر عنبر تم نے اُسے غلط بھروسہ کیوں دلایا؟ کیا تمہیں نہیں معلوم تھا کہ ہم قلیل فوج کے ساتھ ایسا نہ کر سکیں گے؟"

"لیکن اُس وقت تو ہماری وفادار فوج کی تعداد کئی ہزار تھی۔"

زرکسیر چپ ہو گیا۔ کیونکہ عنبر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ یورکا نے کہا کہ عنبر کا خیال بڑا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ انہیں بادشاہ سے اپنی کمزوری کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اب تو بخت نصر کے ساتھ ایک زبردست اور آخری جنگ ہو ہی جانی چاہیے۔

"ہم تو پہلے ہی سے برباد اور جلا وطن ہیں۔ ہمارا کیا بگڑے گا ہو سکتا ہے اس جنگ میں تقدیر پانسہ پلٹ دے اور ہم بخت نصر سے اپنی شکست اور تباہی کا بدلہ لے سکیں۔"

"اگر تم سب کی یہی رائے ہے تو میں بادشاہ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ لیکن میں اُسے زیادہ امید بھی نہیں دلانا چاہتا۔ یہ بھی اُس کے ساتھ زیادتی ہو گی۔"

"لیکن تم حورتی سے اتنا ضرور کہو گے کہ تمہاری فوج اُس کا ساتھ دے گی اور نینوا میں کامیاب بغاوت ہو گی۔ جہاں کے عوام تمہارے اور ملکہ کے ساتھ ہوں گے۔"

"بہتر ہے، کہہ دوں گا"

اُس روز تیسرے پہر عنبر نے شہنشاہ حمورابی سے زرکسیر اور شہزادے کی ملاقات کرا دی۔ بادشاہ اُن دونوں سے مل کر بہت خوش ہوا شہزادے کو اُس نے اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا اور زرکسیر سے آئندہ کی جنگ کے امکانات کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اُس نے زرکسیر کو اپنے قریب ہی کرسی پیش کی۔ زرکسیر نے ویسے ہی بتایا جیسا کہ عنبر نے اُسے کہا تھا۔

بادشاہ نے پوچھا:

"تمہاری فوج کی کل تعداد کتنی ہو گی؟"

زرکسیر نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ زرکسیر نے کہا:

"ایک ہزار اِس وقت میرے پاس موجود ہے۔ باقی دس بارہ ہزار فوج نینوا کے آس پاس غاروں میں چھپی ہوئی ہے جو جنگ کی صورت میں باہر نکل کر بخت نصر کی فوج پر حملہ کر دے گی اور نینوا کے گورنر کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کرے گی:

حمورابی بڑا خوش ہو کر بولا:

"یہ تو بڑی اُمید افزا اور خوشی کی بات ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم اِدھر بخت نصر کی باقی آدھی فوج کو سنبھال لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ غاروں میں چھپی ہوئی فوج کے پاس کافی اسلحہ موجود ہے؟"

اس دفعہ پھر زرکبیر نے عنبر کے کہنے پر جھوٹ بولا اور کہا :

" جی ہاں بادشاہ سلامت' اُن کے پاس اتنا اسلحہ موجود ہے کہ وہ ایک ماہ تک لڑائی کر سکتے ہیں "

حورتی مطمئن ہوگیا۔ اُس نے زرکبیر سے پوچھا کہ مین میں جو فوج موجود ہے وہ حنائی میں کب پہنچے گی؟ زرکبیر نے بتایا کہ وہ آج رات شاہی چھاؤنی میں پہنچ جائیں گے۔

" ٹھیک ہے۔ اب ہمیں ہمارے مخبروں کا انتظار ہے، اُن کے آنے پر ہی ہمیں معلوم ہوگا کہ بخت نصر کب چڑھائی کا ارادہ رکھتا ہے، اور ہاں — ہم چاہتے ہیں عنبر کہ ملکہ نینوا کو بھی جلد از جلد یہاں بُلا لیا جائے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے بخت نصر انہیں ایک بار پھر اغوا کرانے کی کوشش کرے "

عنبر نے کہا :

" میں دو روز کے اندر اندر ملکہ سلامت کو یہاں بُلوا لوں گا جہاں پناہ "

" ملکہ سلامت ہماری ملکہ کے محل میں ہماری خاص مہمان بن کر رہیں گی۔ اُن کی رہائش اور ہر قسم کی سہولت کا خیال رکھا جائیگا "

" ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ "

یورکا، شہزادہ اور زرکبیر، عنبر کے شاہی محل میں واپس آ گئے۔

رات کو زرکبیر کی وفادار فوج نے تاجروں کے بھیس میں پہنچنا

شروع کر دیا۔ عنبر اور زرکبیر خود بھی بھیس بدل کر سراؤں میں پھرتے رہے اور اپنی فوج کے سپاہیوں کو ساتھ لے کر شاہی چھاؤنی پہنچاتے رہے۔ رات کے پچھلے پہر تک وفادار فوج ساری کی ساری حمورتی کی شاہی چھاؤنی میں پہنچ چکی تھی۔ اگلے روز اُن کا ایک الگ دستہ بنا دیا گیا اور اُنہیں اسلحہ وغیرہ سے پُوری طرح لیس کر دیا گیا۔ عنبر کو اب ایک ہی خیال پریشان کر رہا تھا کہ اگر بلقیس کی بہن نے وقت پر اُس کی مدد نہ کی تو وہ کیا کرے گا۔ پھر تو اُن کی شکست یقینی تھی۔ اُس نے محض بد روح کی یقین دانی پر زرکبیر سے بھی جھوٹ بلوایا تھا اور حمورتی سے یہ کہا تھا کہ نینوا کے ارد گرد اُن کے بارہ ہزار سپاہی چھپے بیٹھے ہیں؛ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہاں اُن کی فوج کا ایک بھی سپاہی موجود نہ تھا۔

ساری رات پریشان رہا۔ رات کے پچھلے پہر وہ اٹھا اور چُپکے سے محل سے باہر نکل کر ویران مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ایک بار پھر بد رُوح سے مل کر تسلی کرنا چاہتا تھا کہ وقت آنے پر وہ اُسے دغا نہیں دے جائے گی۔ ویران مندر کے غار میں داخل ہو کر وُہ چبوترے کے پاس پہنچ گیا اور بلند آواز سے تین بار آواز دی۔

تیسری آواز پر چبوترے کے پاس آگ کا سُرخ شعلہ لپکا اور بلقیس کی بہن کی رُوح نمودار ہوئی۔ اُس نے تعجب سے عنبر کو دیکھا اور کہا:

"تم اب کس مقصد کو لے کر یہاں آئے ہو عنبر۔ تمہیں جو کچھ کہنا ہے جلدی کہو۔ اس لیے کہ میں ایک بہت بڑی دعوت چھوڑ کر صرف تمہاری بات سُننے آئی ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"اے بلطیس کی بہن، میری بات کو غور سے سُن۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ پرواز کرنے والا انسان ہوں۔ میں نے آج تک کبھی نہ جھوٹ سُنا ہے اور نہ جھوٹ بولا ہے۔ میں نے جس سے کوئی عہد کیا اُسے پورا کیا۔ صرف تمہاری مدد کے وعدے پر میں نے زندگی میں پہلی بار کئی جھوٹ بولے ہیں۔ اب اگر تم وقت پر میدان چھوڑ کر بھاگ گئیں تو یہ میری زندگی کی سب سے پہلی شکست ہوگی اور میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں جہنم کے آخری کونے تک بھی تیرا پیچھا کروں گا اور تم سے بدلہ لے کر رہوں گا۔"

بدروح قہقہہ مار کر ہنسی۔ اُس کے خوفناک قہقہے سے غار گونج اُٹھا۔

"سُن اے عنبر! ہم بھٹکی ہوئی رُوحیں جب کسی سے وعدہ کرتی ہیں تو اُسے پورا کرتی ہیں۔ چاہے اس کے لیے ہمیں کتنی بڑی قربانی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ میں نے تم سے مدد کا صرف وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ تم سے اپنی ایک شرط بھی منوالی ہے۔ اب بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں پیچھے ہٹ جاؤں۔ مجھے اپنی زندگی میں دو

ہزار برس کی بہت شدید ضرورت تھی جو میں تمہاری مدد کے بعد تم سے حاصل کر لوں گی۔ اب تو میں قول و قرار کے بندھن میں جکڑی گئی ہوں۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ میدان جنگ میں میں تمہاری کیا مدد کرتی ہوں۔"

"بس مجھے یہی اطمینان کرنا تھا۔ اب میں مطمئن ہو گیا ہوں۔"

"اچھا، اب میدان جنگ میں ملاقات ہو گی۔"

"ضرور۔"

آگ کا شعلہ ایک بار پھڑپھڑایا اور بدروح غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی شعلہ بھی بجھ گیا اور غار میں ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ عنبر کا دل مطمئن ہو گیا تھا۔ بلطیس کی بہن کی روح اس کی ضرور مدد کرے گی۔ وہ دغا نہیں دے سکتی۔ یہ عنبر کا وہم تھا کہ شاید وہ وقت پر دھوکا دے جائے۔ وہ دھوکا نہیں دے گی۔ وہ دھوکا دے ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ یا تو مدد کر سکتی تھی یا تباہ و برباد کر سکتی تھی۔ بدروحیں انسان کو ہلاک کر سکتی ہیں مگر دھوکا نہیں دے سکتیں۔ عنبر واپس شاہی محل میں آ کر سو گیا۔

دشمن آگیا

حمورابی کے جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ بخت نصر کی حملہ آور فوجیں چل پڑی ہیں۔

اِس خبر نے سارے محل میں ایک ہل چل سی مچادی۔ شہنشاہ حمورابی نے اُسی وقت جنگی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا۔ اجلاس صبح سے شام تک جاری رہا۔ اِس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہر محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ شہر کی فصیل پر فوج بٹھا دی گئی۔ تیل کے کڑاؤ اُوپر پہنچا دیے گئے۔ قلعے کی فصیل کے اردگرد کھائی میں پانی چھوڑ دیا گیا۔ پتھر پھینکنے والی توپیں نصب کر دی گئیں۔ حمورابی نے فوج کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ بخت نصر کی فوج کا مقابلہ یمن کی سرحد پر جا کر کیا جائے اور اُسے اُسی جگہ پر روکنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ جاسوسوں نے یہ بھی بتایا کہ بخت نصر بہت بڑی فوج اور ہاتھیوں کے ایک زبردست لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اُس کے ساتھ پتھر اور آگ پھینکنے والی توپیں بھی بہت بھاری تعداد میں ہیں۔ حمورابی نے فوراً زرکیسر اور عنبر کو اپنے محل خاص میں طلب کیا اور کہا:

"زرکسیر، تمہاری مدد اور وعدہ پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں تو تم فوراً اپنی فوج، ملکہ اور شہزادے کو ساتھ لے کر نینوا پہنچو اور وہاں چھپی ہوئی وفادار فوج کی مدد اور عوام کے تعاون سے گورنر نینوا کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دو۔"

"جہاں پناہ، ایسا ہی ہوگا۔"

زرکسیر نے شاہی محل سے واپس آ کر عنبر سے کہا:

"اب میں اپنا وعدہ پورا کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن اگر ہمیں شکست ہوگئی تو شہزادے اور ملکہ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ ہمیں شہزادے اور ملکہ کو عانو کے چچا کے گھر میں چھپا دینا چاہیے۔ جس وقت حالات نے رُخ بدلا تو ہم انہیں وہاں سے نکال کر نینوا پہنچا دیں گے۔"

"اِس کا مطلب یہ ہے کہ حالات رُخ بھی بدل سکتے ہیں؟"

"بہرحال ہمیں ہر طرح سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ویسے ہماری فتح یقینی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ ہم بخت نصر کے لشکر کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے۔"

"زرکسیر تمہیں ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ ربِ عظیم ہماری ضرور مدد کرے گا۔"

"اور اگر اُس نے مدد نہ کی تو ہمارا انجام اس قدر عبرت ناک ہوگا کہ آنے والی نسلیں اُسے یاد کرکے خون کے آنسو رویا کریں گی"۔

"اب نا اُمیدی کی باتیں چھوڑو۔ ملکہ اور شہزادے کو لے کر چچا کے مکان میں پہنچو۔ انہیں وہاں محفوظ کرکے فوج کے ساتھ نینوا کے گورنر کے خلاف بغاوت کر دو۔ میں چاہتا ہوں کہ نینوا کی بغاوت کی خبر بخت نصر کو راستے میں ملے اور وہ اپنی فوج کا کچھ حصہ اُس طرف روانہ کر دے اور یوں اُس کی طاقت راستے میں ہی آدھی ہو جائے گی"۔

"میں آج ہی روانہ ہو جاتا ہوں"۔

اُسی روز آدھی رات کو زرکسیہ اور یورکا نے وفادار سپاہیوں کے ایک ہزار کے دستے کو اپنے ساتھ لیا اور برق رفتاری کے ساتھ نینوا کی طرف روانہ ہو گیا۔

یمن کے دارالحکومت میں جنگ کی حالت تھی۔ ہر طرف جنگ کی تیاریاں زور شور کے ساتھ ہو رہی تھیں۔ اسلحہ خانوں میں اسلحہ دھڑا دھڑ تیار کیا جا رہا تھا۔ تلواریں، تیر کمان، نیزے، خنجر اور زرہ بکتر ڈھالا جا رہا تھا۔ جاسوس پل پل کی خبر دے رہے تھے کہ دشمن کی فوجیں اب کہاں پہنچ گئی ہیں۔ جمورتی خود جنگی لباس پہنے جنگی تیاریوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ دوسری طرف زرکسیر نے چچا حبشی کے تہہ خانے میں پہنچ کر ملکہ اور شہزادے کو وہاں محفوظ کر دیا اور

خود فوج لے کر نینوا کی طرف چل پڑا۔ حورابی چاہتا تھا کہ دشمن کی فوج کو یمن پہنچنے سے پہلے پہلے نینوا کی بغاوت کی خبر ملے تاکہ اس کی توجہ دو طرف بٹ جائے اور ایسا ہی ہوا۔ زرکسیر نے بڑی ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لیا اور نینوا کی فوج پر باقاعدہ حملہ کرنے کی بجائے شب خون مار کر وہاں افراتفری پھیلانے کا فیصلہ کیا۔ نینوا کے باہر پہاڑوں میں ڈیرا ڈال کر اس نے پہلی رات پچاس سپاہیوں کو شہر کی طرف بھیجا۔ جنہوں نے شہر میں جگہ جگہ آگ لگا دی۔ وہاں کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ان کی اپنی فوج یہ ساری کارروائیاں کر رہی ہے تو وہ بھی چوری چھپے ان کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی بخت نصر کے سپاہیوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔

نینوا کا نیا گورنر اس صورت حال سے پریشان ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بخت نصر کی قیادت میں یمن پر حملہ کرنے والی فوج کو نینوا کی طرف سے پریشانی ہو۔ ایسی صورت میں بخت نصر اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال سکتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ بغاوت کو سختی سے کچل دیا۔ باغی جہاں کہیں ملے اسے بلا سوچے سمجھے قتل کر دیا جائے۔ مگر عوام کی طاقت کا مقابلہ کوئی بھی فوج نہیں کر سکتی۔ زرکسیر کے فوجی ہر رات چھپ کر شہر میں داخل ہو جاتے۔ شہر کے لوگ فوج کو پناہ بھی دیتے اور اس کی رہنمائی بھی کرتے۔ فوجی جگہ جگہ آگ لگا کر اور شاہی فوجوں کے سپاہیوں کو ہلاک کر کے واپس بھاگ

جاتے ۔

اِس صورت حال کی خبر بخت نصر کو راستے میں ہی مل گئی ۔ وُہ بڑا پریشان ہوا۔ اُس نے وہیں سے ایک قاصد دوڑا کر گورنر کو کہلوا بھیجا کہ اگر اُس نے بغاوت کو نہ کچلا تو اُسے وُہ خود آکر قتل کر دے گا ۔ دوسری طرف زرکسیر کے فوجی بھی اِکا دُکا قتل ہو جاتے تھے ۔ چار پانچ دنوں کے اندر اندر وفادار فوج آدھی رہ گئی اور ابھی تک وہ محل کی ڈیوڑھی پر بھی قبضہ نہیں کر سکے تھے ۔ زرکسیر پریشان ہوگیا۔ نینوا کے گورنر کی فوجیں چاروں طرف زرکسیر کو تلاش کرتی پھر رہی تھیں ۔ گورنر نے شہر میں ہزاروں لوگوں کو پھانسی پر چڑھا دیا تھا۔ لوگ دہشت زدہ ہو گئے تھے ۔ ڈر گئے تھے ۔ اُدھر زرکسیر کی وفادار فوجوں کی سرگرمیاں بھی ماند پڑنے لگی تھیں ؛ چنانچہ ایک روز گورنر نینوا نے بخت نصر کو یہ خوشخبری بھجوا دی کہ بغاوت کچل دی گئی ہے ۔

بخت نصر کو تسلی ہوگئی اور وُہ بڑے سکون کے ساتھ یمن کی سرحدوں کی طرف بڑھنے لگا ۔ بخت نصر کی فوجوں کے طوفان نے یمنی حکومت کی سرحدی چوکیوں کو پرزوں کی طرح اُڑا دیا اور تمام سپاہیوں کو قتل کر کے دارالحکومت صنائی کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ۔ شاہ بابل کی فوجوں کی یمن کی سرحدوں کے اندر گھس آنے کی خبر حموربی کو پہنچی تو اُس نے حکم دیا کہ راستے میں ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے ۔ اُس کی پانچ ہزار پیادہ اور گھوڑ سوار فوج نے

آدھے فاصلے پر بخت نصر کی فوجوں کو روک لیا۔ بخت نصر نے اپنے دس ہزار کے ہراول دستے کو ترتیب دیا اور پہاڑ ایسے ہاتھیوں کے ساتھ حمورابی کی فوج پر حملہ کر دیا۔ بڑے گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

حمورابی کی فوج کے سپاہی ڈٹ کر لڑے مگر بخت نصر کی فوج کی تعداد زیادہ تھی۔ پھر اُس کے ساتھ ہاتھی تھے۔ نتیجہ یہ نکلا تو حمورابی کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آدھی سے زیادہ فوج کٹ مری اور باقی بھاگ کھڑی ہوئی۔ جس سپاہی کا منہ جس طرف کو اُٹھا وہ ادھر ہی کو بھاگ گیا۔ پہلی لڑائی میں بخت نصر کو فتح ہوئی جس نے اُس کی فوج کے حوصلے بلند کر دیے اور وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ بڑے شہر کی طرف سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح بڑھنے لگی۔ حمورابی کو اپنے ہراول دستے کی شکست کی اطلاع ملی تو وہ پریشان ہو گیا۔

اُس نے عنبر اور وزیر جنگ سے مشورہ کیا اور یہی فیصلہ کیا گیا کہ شہر کے دروازے بند کر دیے جائیں اور دشمن پر فصیل پر سے تیروں اور آگ پتھروں کی بارش برسائی جائے۔ بخت نصر کی فوج شہر کے باہر پہنچ گئی۔ اُس نے میدان میں خیمے لگا لیے اور بڑے حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حمورابی نے قلعے کی دیوار پر چڑھ کر بخت نصر کی فوج کو دیکھا تو ایک بار تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ فوج ہی دکھائی دیتی تھی۔ اُس نے عنبر سے کہا:

"نینوا کی بغاوت کا کیا ہُوا ؟ معلوم ہوتا ہے وہاں زرکسیر ناکام ہوگیا ہے ؛ وگرنہ دشمن کی پُوری فوج یہاں موجود نہ ہوتی "

عنبر نے کہا :

"جہاں پناہ ایسا ہو تو نہیں سکتا "

" معلوم ہوتا ہے عنبر کہ ایسا ہوگیا ہے ۔ تقدیر نے پانسہ ہمارے خلاف پلٹ دیا ہے ۔ پھر بھی ہم مقابلہ کریں گے ۔ بخت نصر کی فوج ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی شہر پر قبضہ کرے گی "

حمورابی کا حوصلہ بہت بلند تھا مگر عنبر اندر ہی اندر بہت فکرمند ہو رہا تھا ۔ نینوا کی بغاوت اُس کے خیال میں یقیناً ناکام ہوگئی تھی ؛ وگرنہ بخت نصر اپنی پوری فوج میدان میں کبھی جمع نہ کرسکتا ۔ آخر اِس کی بھی تصدیق ہوگئی ۔ رات کے اندھیرے میں حمورابی کا جاسوس نینوا سے خبر لایا کہ گورنر نینوا نے بغاوت کو کچل دیا ہے اور زرکسیر کی فوج کو کاٹ کے رکھ دیا ہے ۔ زرکسیر پہاڑیوں میں روپوش ہو چکا ہے ۔ اس خبر نے حمورابی کو خاصی اُلجھن میں ڈال دیا ۔ اب اُسے بخت نصر کی فوج سے مقابلہ مشکل نظر آ رہا تھا ۔ عنبر کا منصوبہ ناکام ہو گیا تھا ۔ دشمن اپنی بے پناہ طاقت کے ساتھ دروازے پر حملے کے لیے تیار کھڑا تھا اور دنیا کی کوئی طاقت اب اسے حملہ کرنے سے نہیں روک سکتی تھی ۔

حمورابی نے اپنے سپہ سالار اور وزیر خاص عنبر کے ساتھ مل کر

دارالحکومت میں کھانے پینے کے سامان کا جائزہ لیا۔ معلوم ہوا کہ شہر میں اتنی خوراک اور پانی موجود ہے کہ بخت نصر کی فوج اگر ایک سال تک بھی محاصرہ جاری رکھے تو شہر کے لوگ بڑے آرام سے گزارہ کر سکتے تھے۔ مگر دوسرے ہی روز بخت نصر کی منجنیقوں نے بڑے بڑے پتھر پھینک کر قلعے کی دیوار کو ہلانا شروع کر دیا۔ یہ صورتِ حال بڑی تشویش ناک تھی۔ پتھروں کی بارش سارا دن جاری رہی اور دیوار ایک جگہ سے ٹوٹنی بھی شروع ہو گئی۔ قلعے کی فصیل سے حمورابی کے سپاہی دشمن پر تیر برساتے رہے۔ مگر بخت نصر کی پتھر پھینکنے والی لکڑی کی توپیں دور تھیں۔ تیر اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ حمورابی نے اپنی جنگی کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ اُس نے کہا:

"اگر ہمارے قلعے کی دیوار پر پتھروں کی بارش اسی طرح ہوتی رہی تو دیوار ٹوٹ جائے گی اور بخت نصر کی فوجوں کا سیلاب اندر آ جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا بچہ بچہ لڑے گا۔ لیکن دشمن بڑی طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے۔ ہماری فوج اُس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔"

سپہ سالار نے کہا:

"اگر کسی طرح ہم بخت نصر کی توپوں کو تباہ کر دیں تو ہماری شکست فتح میں بدل سکتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی طاقت یہی توپیں ہیں۔"

"بخت نصر کے پاس ہاتھیوں کا بھی ایک پورا لشکر ہے۔ ہم اُن سے کیسے نجات حاصل کر سکیں گے؟"

"ہاتھی دیوار کو توڑنے کے لیے آگے بڑھیں گے تو ہم اُن پر کھولتا ہوا تیل پھینک سکتے ہیں مگر دُور سے آنے والے بڑے بڑے پتھروں کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا"

"عنبر، تمہارا کیا خیال ہے؟"

حمورابی نے عنبر سے پوچھا جو خاموش گہری سوچ میں ڈوبا ہوا بیٹھا تھا۔ اصل میں وُہ اپنے آپ کو حمورابی کی بدنصیبی کا مجرم سمجھتا تھا۔ اگر وُہ حمورابی کو نینوا کی بغاوت اور اپنی وفادار فوج کی مدد کا یقین نہ دلاتا تو حمورابی شاید بخت نصر سے اچھی شرائط پر صلح کر لیتا۔ لیکن عنبر کی یقین دہانی پر اُس نے بخت نصر کے حملے کو قبول کر لیا تھا اور اب حالت یہ تھی کہ نینوا کی بغاوت کو گورنر نے ایک ہی دن میں کچل دیا تھا اور زرکسیر کی فوج آدھی سے زیادہ ہلاک کر دی گئی تھی۔ خود زرکسیر اور یورکا جان بچانے کے لیے پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے تھے۔ اُس نے گہرا سانس بھر کر کہا:

"ہم چھاپہ مار دستے تیار کر کے رات کو بخت نصر کی فوج میں بھیج سکتے ہیں جو اُن کی توپوں کو نقصان پہنچائیں"

سپہ سالار نے کہا:

"یہ تو ٹھیک ہے، مگر بخت نصر بچہ نہیں ہے۔ وہ ایک نہایت

قابل جرنیل ہے۔ اُس نے آدھے سے زیادہ افریقہ فتح کیا ہے۔ اُس نے پتھر پھینکنے والی توپوں کی حفاظت کا خاص بندوبست کر رکھا ہو گا"

حمورابی نے کہا:

"پھر بھی ہمیں کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ آپ آج رات ہی چھاپہ مار دستوں کو روانہ کریں"

"جو حکم جہاں پناہ"

آدھی رات کو پچاس سپاہیوں کا ایک دستہ قلعے کے ایک خفیہ راستے سے باہر نکل کر زمین پر رینگ رینگ کر چلتا ہوا بخت نصر کی فوجوں کے عقب میں آ گیا۔ یہاں لکڑی کی بہت بڑی بڑی پتھر پھینکنے والی توپیں نصب تھیں اور اُن پر بڑا سخت پہرہ تھا۔ حمورابی کے چھاپہ مار سپاہی چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ ان لکڑی کی توپوں کو آگ لگانا چاہتے تھے۔ اِس مقصد کے لیے وہ اپنے ساتھ روئی اور تیل لاتے تھے۔ مگر توپوں کے قریب پہنچنا اور پھر اُنہیں آگ لگانا بڑا مشکل نظر آ رہا تھا۔

چند سپاہی ہمت کر کے ایک توپ کے پاس پہنچ گئے۔ اُنہوں نے توپ پر تیل پھینکا اور پتھر رگڑ کر روئی کو آگ لگا رہے تھے کہ بخت نصر کے سپاہیوں نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے طبل بجا کر سب کو ہوشیار کر دیا۔ حمورابی کے سپاہی پکڑے گئے۔ بخت نصر کے پہریداروں نے انہیں فوراً ہلاک کر دیا۔ دُوسرے سپاہی بھی پکڑ کر قتل کر دیے

گئے۔ بڑی مشکل سے دو سپاہی جان بچا کر نکل سکے۔ انہوں نے واپس قلعے میں آکر اپنی ناکامی کی کہانی سُنائی تو سپہ سالار نے گردن جُھکا لی۔

جنگ کے تیسرے روز بخت نصر کی توپوں نے پتھر مار مار کر ایک جگہ سے قلعے کی دیوار میں شگاف ڈال دیا اور اب فوج نے لوہے کی ایک چھت کے نیچے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ جُوں ہی فوج کا یہ دستہ فصیل کے نیچے آیا اُوپر سے اُن پر کھولتا ہُوا تیل پھینکا گیا۔ دُشمن کے سپاہی ہلاک ہوگئے اور کچھ واپس بھاگ گئے۔ لیکن دُشمن نے اب چاروں طرف سے قلعے میں شگاف ڈالنے شروع کر دیے۔ پانچویں روز قلعے کی دیوار جگہ جگہ سے ٹوٹ چُکی تھی اور بخت نصر کی فوج قلعے کے بالکل نزدیک پہنچ چکی تھی۔ اُس کے تیر اندازوں نے تیر مار مار کر فصیل پر کھڑے تیل پھینکنے والے اکثر سپاہیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ شہر میں چاروں طرف کہرام مچا ہوا تھا۔ لوگ اپنے اپنے بچّوں اور عورتوں کو لے کر بڑے مندر میں جمع ہو کر رو رو کر دیوتاؤں سے مدد مانگ رہے تھے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کچھ دیر بعد جابر بخت نصر کی فوجیں ان کے شہر میں داخل ہو جائیں گی اور انہیں تلواروں کے وار کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔ حورنی خود بہت پریشان تھا اور شاہی محل کے مندر میں دیوتا کے بُت کے آگے سجدے میں گرا ہُوا تھا۔ محل کی بیگمات اور شہزادیاں سہمی بیٹھی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے اور بخت نصر

کی توپیں دھائیں دھائیں گولے برسا رہی تھیں۔ اب ان توپوں کے آگ کے گولے محل پر بھی گرنے لگے تھے۔ ان گولوں کی وجہ سے شہر میں جگہ جگہ آگ لگ رہی تھی۔

عنبر کچھ سوچ کر اُٹھا اور شاہی محل کے مندر میں آگیا۔

حمورابی بُت کے آگے سجدہ کیے ہُوئے تھا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا:

"جہاں پناہ!"

بادشاہ نے سر اُٹھا کر عنبر کو دیکھا۔ مگر بلند کردار والے بادشاہ نے ایک پل کے لیے بھی عنبر سے کسی قسم کا گلہ یا شکوہ نہ کیا کہ اُس کی وجہ سے آج وہ تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے۔ عنبر نے سوچ لیا تھا کہ اب بلبلیس کی بہن سے مدد لینے کا وقت آگیا ہے۔ اُس نے بادشاہ سے کہا:

"مَیں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں جہاں پناہ، یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔ اگر مَیں آپ کو زرکسیر کی جانب سے اطمینان نہ دلاتا تو آپ جنگ کا خطرہ کبھی مول نہ لیتے۔"

حمورابی نے کہا:

"تقدیر میں جو لکھا تھا وہ ہو کر رہتا ہے عنبر، مَیں تمہیں الزام نہیں دیتا۔ یہ میری تقدیر میں لکھا تھا!"

عنبر نے کہا:

"انسان اگر چاہے تو تقدیر کا لکھا مٹایا بھی جا سکتا ہے جہاں پناہ!"

"یہ ناممکن ہے عنبر، مجھے اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہیے۔"

عنبر نے کہا:

"ایسا نہ کہیں جہاں پناہ، مجھے تقدیر کے خلاف کوشش کر لینے دیجیے۔"

"تم کیا کر سکتے ہو عنبر! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"بہت کچھ ہو سکتا ہے جہاں پناہ، کچھ کرنے کا وقت تو اب آیا ہے۔ آپ قلعے کی فصیل کے ایک برج میں بیٹھ کر بری تقدیر کو اچھی تقدیر میں تبدیل ہوتے دیکھیں۔"

"یہ تم کیا بچوں ایسی باتیں کر رہے ہو عنبر؟"

"بادشاہ سلامت، برائے مہربانی آپ قلعے کے برج خاص میں تشریف لے چلیں اور اپنی شکست کو فتح میں بدلتے اور بخت نصر کی فوجوں کو تباہ و برباد ہوتے دیکھیں۔"

"مگر......"

"جہاں پناہ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔"

حمورابی مجبوراً اٹھا اور قلعے کے برج میں آ کر بیٹھ گیا۔ جنگ کا پانسہ الٹ چکا تھا۔ بخت نصر کی فوجیں دیوار کے شگافوں کے پاس پہنچ چکی تھیں۔ فصیل پر حمورابی کے سپاہیوں کی لاشیں ہی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ عنبر چپکے سے محل کی چھت پر چڑھ گیا۔

اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر بلند آواز میں کہا:
"اے ویران مندر کی رُوح، اے ملطیس دیوی کی بہن! اپنے وعدے کو پُورا کرتے ہوئے آ اور میری مدد کر۔"
ابھی لفظ عنبر کی زبان سے ادا ہی ہوئے تھے کہ ایک شعلہ لپکا اور رُوح اُس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اُس نے ہنس کر عنبر سے پوچھا:
"کیا چاہتے ہو؟"
عنبر نے کہا:
"کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ مجھے کیا چاہیے؟ میری فوجوں کو شکست ہو رہی ہے۔ دشمن کی فوجیں میرے قلعے میں داخل ہونے ہی والی ہیں۔ انہیں تہس نہس کر دو۔"
"ایسا ہی ہو گا۔"
اتنا کہہ کر رُوح غائب ہو گئی۔ عنبر سمجھا کہ شاید بدرُوح بھی اُس بدنصیبی میں اُس سے جان چھڑا کر بھاگ گئی ہے۔ مگر اُس کے دل کو بھروسہ تھا کہ بدرُوح اُس سے جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتی۔ وُہ ضرور مصیبت کے وقت اُس کی مدد کرے گی۔ ابھی وُہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ مغرب کی طرف سُرخ بادل اُٹھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ وہ بادل دیکھتے دیکھتے بہت بڑا ہو گیا اور بخت نصر کی فوجوں کے اُوپر آ کر رُک

گیا۔ عنبر محل کی چھت سے اُتر کر قلعے کے اُس بُرج میں آگیا جہاں بادشاہ ثمورتی بیٹھا اپنے وزیروں کے ساتھ اس سُرخ بادل کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

اُس نے عنبر کو دیکھ کر کہا:

"عنبر! یہ بادل کو دیکھ رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"دیکھ رہا ہوں جہاں پناہ"

"اس سے پہلے ہم نے اِس قسم کا بادل کبھی نہیں دیکھا"

عنبر نے کہا:

"جہاں پناہ، یہ بادل آپ کی مدد کے لیے آیا ہے"

"ہماری مدد کے لیے؟ یہ بادل ہماری مدد کیسے کرے گا؟"

"آپ دیکھتے جائیے گا"

دُشمن کی فوج کے سپاہی بھی اُس بادل کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ بخت نصر بھی اپنے ہاتھی پر بیٹھا بادل کو تعجب سے تک رہا تھا۔ اچانک بادل میں ایک ہولناک دھماکہ ہوا۔ سب کے دل دہل گئے۔ ہاتھی زور زور سے چنگھاڑنے اور گھوڑے ہنہنانے لگے۔ ایک دھماکہ اور ہوا اور اُس سُرخ بادل میں سے آگ اور پگھلے ہوئے لاوے کی بارش شروع ہو گئی۔ یہ کھولتا ہوا گرم گرم لاوا جس پر پڑتا وہ وہیں بھسم ہو کر کوئلہ ہو جاتا۔ دُشمن کی

فوجوں میں ہر طرف شور مچ گیا۔ ہاتھی دیکھتے دیکھتے گرتے اور جل کر راکھ ہو جاتے۔ یہی حال گھوڑوں کا اور سپاہیوں کا ہو رہا تھا۔ ایک ہی پل میں دشمن کے ہزاروں سپاہی جل کر بھسم ہو گئے۔ ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ دشمن کے سپاہیوں کی چیخوں سے میدان جنگ میں ہر طرف ایک کہرام بپا ہو گیا۔ بخت نصر ہاتھی سے اُتر کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھُپ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ بلائے ناگہانی کیا شے ہے اور کہاں سے اچانک نازل ہو گئی ہے۔ اُس نے تمام سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ پہاڑی کی اوٹ میں آ کر چھُپ جائیں۔ اِس دوران میں اس کے ہزاروں سپاہی، گھوڑے اور ہاتھی جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ پتھر پھینکنے والی توپوں کو آگ لگ چکی تھی۔

آسمان کے بادل سے آگ اور پگھلے ہوئے لوہے کی بارش اُسی طرح ہو رہی تھی۔ بخت نصر کی بچی کھچی فوج نے پہاڑ کی اوٹ میں آ کر پناہ لی ہی تھی کہ بادل سرکتا ہوا اُس پہاڑ کے اوپر آ گیا اور ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ اتنی زور سے بجلی پہاڑ پر گری کہ پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اُڑ گیا اور ساری کی ساری فوج کے پرخچے اُڑ گئے۔ بخت نصر بڑی مشکل سے جان بچا کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ اس آسمانی آفت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

حموربی اور اُس کے وزیر بُرج میں بیٹھے یہ سارا تماشا حیرانی اور مسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے ۔ جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا دُشمن کی لاشوں سے مَیدان بھر گیا تھا ۔ بخت نصر فرار ہو چکا تھا ۔ دشمن کی توپیں، ہاتھی، گھوڑے اور ساری کی ساری فوج جل کر بھسم ہو گئی تھی ۔ حموربی نے اُٹھ کر عنبر کو گلے لگا لیا ۔ جو کچھ بھی ہُوا تھا وُہ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر حموربی کو اتنا ضرور معلوم تھا کہ یہ سب کچھ عنبر کے دُعا مانگنے کی وجہ سے ہُوا ہے ۔

غیبی امداد

بخت نصر شکست کھانے کے بعد نینوا کی طرف بھاگ اُٹھا۔
مگر نینوا کے عوام اور زرکسیر کو یمن میں بخت نصر کی زبردست شکست کی اطلاع مل چکی تھی؛ چناں چہ اُس نے اپنی فوج اور عوام کے ساتھ مل کر محل پر حملہ کر دیا۔ گورنر نینوا کے محل پر قبضہ کر لیا اور اُس کی فوج کو ہلاک کر ڈالا۔ گورنر نینوا اپنے چند ایک ساتھیوں کے ہمراہ بھاگ اُٹھا۔ وُہ آدھے راستے میں بخت نصر سے مل گیا۔ بخت نصر اپنی شکست پر حیران اور سخت غضب ناک تھا۔ لیکن وہ کسی زبردست غیبی طاقت کے آگے بے بس کر دیا گیا تھا۔
اُس نے اپنے نینوا کے ساتھیوں کو شکست کی تفصیل اور سُرخ بادل میں سے آگ برسنے کی تفصیل سنائی تو وُہ دانتوں میں انگلیاں داب کر رہ گئے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ بخت نصر نے کہا:
"اب سوائے اِس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ملک نوبیہ میں جا کر پناہ لی جائے اور ایک بار پھر اپنی طاقت کو جمع کر کے اپنا ملک واپس لیا جائے، اِس لیے کہ بابل میں بھی لوگوں نے میرے خلاف بغاوت کر کے محل پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہاں کی تھوڑی بہت

فوج ہلاک کر دی گئی ہے "

سپہ سالار نے کہا :

" ہمیں ملک شام سے بھی مدد طلب کرنی چاہیے ۔ ہم نے ہیلنی بال کے حملے کے وقت شام کو بھرپور مدد دی تھی "

" ہاں ، ہم ملک شام کی طرف کُوچ کرتے ہیں ۔ شام کا بادشاہ ہمارا دوست ہے ۔ وہ اس مصیبت کے وقت ضرور ہماری مدد کرے گا ۔ بہرحال ہماری طاقت کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہے ۔ ہماری ساری فوج مع ہاتھی گھوڑوں اور توپوں کے تباہ کر دی گئی ہے ۔ ہم اس صدمے کو کبھی نہیں بھلا سکتے ۔ ہمیں پھر سے فوج بناتے دیر لگے گی "

سپہ سالار نے کہا :

" ہمیں یہاں سے جلد از جلد ملک شام کی طرف نکل جانا چاہیے ہو سکتا ہے دشمن کی فوج ہمارے تعاقب میں ہو "

شکست کھائی ہُوئی فوج کے سپاہی اور بخت نصر ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے ۔

حمورابی نے اپنی فتح کا بہت زبردست جشن منایا اور عنبر کو بیحد انعام و اکرام سے نوازا ۔ حمورابی نے بھرے دربار میں اعلان کیا :

" آج اگر ہمارے وزیرِ خاص عنبر ہمارے ملک کی پناہ میں نہ ہوتے تو ہمیں تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا ۔ اس وقت ہمارے ملک پر دشمن کا قبضہ ہوتا اور ہماری لاشیں محل کے ستونوں کے ساتھ

شکی ہوتیں۔ لیکن ہمارے خاص وزیر عنبر نے عین وقت پر ہمیں بچا لیا۔ ہماری آنے والی نسلیں بھی عنبر کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کریں گی۔"

عنبر نے کہا:

"جہاں پناہ، مَیں نے جو کچھ کیا اپنا فرض ادا کرتے ہوئے کیا۔ اس لیے کہ بخت نصر ظالم تھا۔ اُس نے ہمارے ملک کو تباہ کرنے کے لیے حملہ کیا تھا۔ اُس کا مقصد صرف تباہی، بربادی، قتل و غارت گری اور لوٹ مار تھا۔ لیکن میرے ربِّ عظیم نے میری دُعا سُن لی اور عین اس وقت ہم مظلوموں کی مدد فرمائی جس وقت ہم شکست کے قریب تھے اور دشمن قلعے میں کئی جگہوں پر شگاف ڈال چکا تھا۔ اگر ہمارے ساتھ ربِّ عظیم کی رضامندی نہ ہوتی تو ہم اتنی بڑی فوج پر کبھی فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اِس لیے جشن کی خوشیوں میں جہاں اور باتوں کا ہم خیال رکھیں گے، ہاں ہمیں ربِّ عظیم کا بھی شکرانہ ادا کرنا چاہیے۔"

حمورابی نے اعلان کر دیا کہ حکومت کی طرف سے عنبر کے ربِّ عظیم کا بھی شکرانہ ادا کیا جائے گا۔

بادشاہ حمورابی عنبر کے ربِّ عظیم سے اِس قدر متاثر ہُوا کہ اُس نے دربار میں حکم دے دیا کہ ربِّ عظیم کا ایک الگ معبد بنایا جائے جس میں اُس کی عبادت ہُوا کرے گی۔ عنبر نے کہا:

"جہاں پناہ، مَیں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہُوں کہ میرے

رب عظیم کا کوئی بُت نہ بنایا جائے ۔"

"تو پھر اُس کی عبادت کیسے ہوگی ؟"

"جیسے بھی ہو، لیکن مجھے یقین دلایا جائے کہ رب عظیم کا کوئی بُت نہیں بنایا جائے گا ۔"

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو اس پر ہر حالت میں عمل کیا جائے گا ۔ رب عظیم کی عبادت گاہ میں کوئی بُت نہیں ہوگا ۔"

"آپ کا شکریہ جہاں پناہ ۔"

اُسی روز شام کو عنبر ویران مندر میں بلطیس کی بہن کا شکریہ ادا کرنے گیا ۔ مندر کے چبوترے کے پاس جا کر اُس نے چھت کی طرف ہاتھ پھیلا کر بلطیس کی بہن کو تین بار آواز دی ۔ شعلے کی لپک کے ساتھ وہ سامنے آگئی ۔ عنبر نے کہا :

"اے رُوح، اے بلطیس کی بہن، مَیں تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا ہُوں ۔ تم نے اپنا وعدہ پُورا کر دکھایا اور میری اس وقت مدد کی جب میں سخت مصیبت میں گرفتار تھا ۔"

رُوح نے کہا :

"عنبر، ہم رُوحیں جو وعدہ کرتی ہیں اُس پر قائم رہتی ہیں ۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مجھے مدد کے لیے پکارو گے تو میں تمہاری مدد کو ضرور پہنچ جاؤں گی ۔ میں تمہارا بھی شکریہ ادا کرتی ہُوں کہ تم نے اپنی قیامت تک کی زندگی میں سے دو ہزار سال

دے دیے :

"یہ میرا فرض تھا جو مَیں نے ادا کیا۔ کاش مَیں اپنی ساری زندگی تمہیں دے سکتا۔ مَیں اِس ہمیشہ کی زندگی سے تنگ آ گیا ہُوں"

"ایسا نہ کہو عنبر! یہ تمہیں بد دُعا نہیں دی گئی بلکہ دیوتاؤں کا تم پر خاص رحم ہُوا ہے کہ تم قیامت تک زندہ رہو گے اور ہر تہذیب ہر بادشاہ کی حکومت اور ہر ظالم کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھو گے"

"لیکن مَیں تھک گیا ہُوں بلطیس کی بہن"۔

"یہ تھکاوٹ وقتی ہے۔ تم تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے چلے آ رہے ہو اور تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہو گے۔ تم نے کئی حکومتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے۔ تم نے کئی تہذیبوں کو اپنی آنکھوں سے عروج پر جاتے اور پھر تباہ و برباد ہوتے دیکھا ہے۔ تم ایک ایسے تجربے میں سے گزر رہے ہو جس نے تمہیں تاریخ میں ایک اُونچا مقام دے دیا ہے"

"یہ بتاؤ۔ ابھی مجھے کتنے سال اور زندہ رہنا ہے؟"

"ہزاروں سال اور زندہ رہنا ہے تمہیں۔ تمہیں ابھی انسانی تاریخ کی ترقی کو دیکھنا ہے۔ ابھی تو انسان کی تاریخ اپنے بچپن میں سے گزر رہی ہے۔ تم اِس تہذیب کی جوانی بھی دیکھو گے"

"بلطیس کی بہن، میں تمہاری مدد کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہُوں"

رُوح ہنس پڑی :

"مجھے شرمندہ نہ کرو عنبر، ہاں میرا ایک کام ضرور کر دینا ۔"

"وہ کون سا ؟"

"اگر تمہاری ملاقات میری بڑی بہن بلبلیس سے ہو تو اُسے ضرور کہہ دینا کہ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی تھی ۔"

"مَیں تمہارا پیغام بلبلیس کو ضرور پہنچا دُوں گا ۔"

"اچھا، اب میں جاتی ہُوں ۔ دیوتا تمہارے نگہبان ہوں ۔"

"ربِ عظیم تمہارا بھی رکھوالا ہو ۔"

وُہی شعلہ ایک بار پھر بلند ہُوا اور رُوح اس میں غائب ہو گئی۔ عنبر ویران مندر سے نکل کر واپس شاہی محل میں آ گیا ۔ رات کے کھانے پر اُس کی ملاقات بادشاہ سے ہُوئی ۔ بادشاہ بے حد خوش تھا ۔ فصیل شہر کی مرمت کا کام بڑی تیزی سے شروع تھا ۔ عنبر نے کہا :

"جہاں پناہ، اب مَیں آپ سے اجازت طلب کروں گا ۔"

بادشاہ نے پُوچھا :

"وُہ کیوں ؟ وُہ کس لیے ؟"

"وُہ اِس لیے جہاں پناہ کہ یمن میں میرا کام مکمل ہو گیا ہے ۔ ابھی نینوا میں جا کر مجھے ایک اور فرض ادا کرنا ہے ۔"

"وہ فرض کیا ہے عنبر، ہمیں بتاؤ ۔ کیا ہم تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے ؟"

"مجھے نینوا جا کر تخت و تاج وہاں کی ملکہ اور اس کے ولی عہد

شہزادے کے حوالے کرنا ہے "

" اگر تم کہو تو ہم تمہارے ساتھ فوج روانہ کر دیتے ہیں "

" اس کی ضرورت نہیں عالی جاہ ، زرکبیر کی وفادار فوج نے نینوا پر مکمل قبضہ کر لیا ہے۔ گورنر بھاگ کر روپوش ہو چکا ہے "

" ہم تو چاہتے تھے عنبر کہ تم ہمارے ساتھ یہاں رہتے۔ تمہارے ہونے سے ہمیں بڑی طاقت مل رہی تھی۔ ہمیں ملکی اصلاحات اور اپنی رعایا کی حالت سنوارنے کے لیے قدم قدم پر تمہارے اچھے مشوروں کی ضرورت تھی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم باقی زندگی ہمارے پاس رہ کر بسر کرو۔ تمہیں جس شئے کی ضرورت ہو گی تمہیں مل جائے گی۔ ہم تمہارے لیے ایک خاص محل بنوا دیں گے۔ اسے ہر قسم کی آسائش سے سجا دیں گے "

" شکریہ جہاں پناہ ، لیکن میری قسمت میں محلوں کا آرام و آسائش نہیں ہے۔ میں صبح صبح یمن سے نکل جانا چاہتا ہوں "

" کاش عنبر، تم میرے پاس ہمیشہ رہ سکتے۔ یقین کرو تمہارے چلے جانے سے مجھے اسی قدر دکھ ہو گا جتنا دکھ ایک باپ کو اپنے عزیز ترین بیٹے کے جدا ہو جانے سے ہوتا ہے "

" میں مجبور ہوں جہاں پناہ ، مجھے جانا ہی ہو گا "

" جیسے تمہاری مرضی عنبر ، میں تمہیں روک نہیں سکتا "

ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ عنبر یمن سے نکلنے کے لیے

تیار ہوگیا۔ حمورابی اُسے الوداع کہنے شہر کے بڑے دروازے تک آیا۔ اُس نے عنبر کو گلے لگا کر اُس کی پیشانی کو چوما اور کہا :

"بیٹے، جہاں رہنا خوش رہنا۔ کبھی اپنے بادشاہ کو بھی یاد کر لیا کرنا اور ان غریب لوگوں کو بھی، جنھوں نے تم سے پیار کیا اور اب بھی پیار کرتے ہیں "

"میں ان سب کا ممنون ہوں۔ جہاں پناہ کہ انھوں نے مجھے اُس وقت اپنی محبت اور پیار کی آغوش میں جگہ دی جب اِس شہر میں مجھے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا "

عنبر سے حمورابی ایک بار پھر بغلگیر ہوا اور اُسے رخصت کر دیا۔ عنبر نے گھوڑے پر سوار ہو کر نینوا کی طرف سفر شروع کر دیا۔ وہ سب سے پہلے مانو کے چچا کے گھر جا کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا ملکہ اور شہزادہ خیریت سے ہیں! دو راتیں اور ایک دن سفر کرنے کے بعد عنبر تیسرے پہر انگوروں کے باغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اُسے معلوم ہوا کہ چچا، مانو، شہزادہ اور ملکہ، یورکا کے ساتھ نینوا واپس چلے گئے ہیں۔ عنبر نے وہاں ایک رات ٹھہر کر آرام کیا اور اگلے روز پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔

نینوا وہاں سے سات منزل پر تھا۔ پہلی چار منزلیں اُس نے تین دن میں طے کر لیں۔ وہ پانچویں منزل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ صحرا میں اچانک آندھی کا طوفان آگیا۔ عنبر گھوڑے سے اُتر پڑا اور اُس نے

ایک پہاڑ کے دامن میں پناہ لے لی۔ آندھی بڑے زور کی چل رہی تھی۔ جھاڑیاں اُکھڑ اُکھڑ کر فضا میں اُڑ رہی تھیں۔ یہ سُرخ آندھی تھی۔ ایسی آندھی کبھی کبھی صحراؤں میں چلا کرتی ہے اور بہت نقصان پھیلاتی ہے۔ عنبر نے اپنے گھوڑے کو ایک چھوٹے سے کھوہ کے اندر باندھ دیا تھا۔

اچانک فضا میں ایک دھماکہ ہُوا اور کسی کی آواز بلند ہُوئی:

"عنبر! تمہیں یمن کی فتح اور نینوا کی طرف خوشی کا سفر مبارک ہو!"

عنبر نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا۔

"میں تمہیں دکھائی نہیں دُوں گا عنبر! لیکن میں تمہیں ہر جگہ ملوں گا۔ ہر جگہ دیکھ سکوں گا۔ تم مجھے نہ سُن سکو گے مگر میں تمہیں ہر جگہ سُن سکوں گا۔ تم ربِ عظیم کی پرستش کرتے ہو، ربِ عظیم ہمیشہ تمہارا خیال رکھے گا۔"

آواز غائب ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی سرخ آندھی کا غبار بھی ڈھل گیا۔ اب آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور بڑے زور کی بارش ہوتی رہی۔ اس دوران میں شام ہوگئی۔ رات کے دوسرے پہر آسمان پر سے بادل چھٹ گئے اور گول زرد چاند نکل آیا۔ اُس کی خوبصورت روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ عنبر نے ربِ عظیم کا شکر ادا کیا اور کھوہ سے نکل کر باہر آ گیا۔ سفر کے لیے یہ وقت بڑا مناسب تھا۔ بارش کا پانی صحرا کی ریت نے اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ چاندنی رات میں پتھر دُھل کر چمک رہے تھے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر نینوا کی طرف چل پڑا۔

چوتھے روز وہ نینوا کی سرحد میں پہنچ گیا۔ سرحدی چوکیوں پر زرکسیر

کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے عنبر کو آتے دیکھا تو خوشی سے نعرے لگانے لگے اور ایک فوجی جلوس کی شکل میں اُسے نینوا شہر کی فصیل تک لے گئے۔ شہر کے بڑے دروازے پر بھی سپاہیوں نے عنبر کو پہچان لیا اور مسرت کے عالم میں رقص کرنے لگے۔ اس جلوس کا شور جب شاہی محل تک پہنچا تو زرکیسر نے محل کی کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ اُس نے عنبر کو پہچان لیا۔ وہ فوراً محل سے باہر آگیا اور اس نے آگے بڑھ کر عنبر کو گلے لگا لیا۔ سارے محل میں شور مچ گیا کہ یمن کا فاتح عنبر واپس نینوا آگیا ہے۔ وہ زرکیسر کے ساتھ جس وقت محل میں داخل ہوا تو شہزادہ اور ملکہ اُسے لینے محل کے دروازے تک آئے۔ عنبر کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔

اُسی روز ملکہ نے خاص دربار منعقد کیا۔ عنبر کو دربار میں ملکہ کے ساتھ اور شہزادے کے پہلو میں جگہ دی گئی۔ ملکہ نے اعلان کیا کہ وہ عنبر کو ساری عمر کے لیے اپنے دربار کا وزیر خاص مقرر کرتی ہے۔ عنبر نے آگے بڑھ کر کہا:
"اے ملکہ سلامت! آپ کی اس عنایت کا میں تہہ دل سے ممنون ہوں، مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں یہ عہدہ قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں۔"

ملکہ نے حیرت سے پوچھا: "مگر کیوں عنبر! ہم تو تمہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے محسن ہو۔ ہم پر تمہارا بہت بڑا احسان ہے۔ اگر تم مدد کو نہ پہنچتے تو ہم اپنا تخت کبھی حاصل نہ کر سکتے تھے اور

بخت نصر کی طاقتور فوج کو کبھی شکست نہیں دی جا سکتی تھی ۔"

"یہ سب کچھ میرے ربّ عظیم کی خاص مہربانی سے ہُوا ملکہ سلامت، لیکن مَیں یہاں اب زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی میرے ربّ عظیم کا حُکم ہے۔"

"مگر تم کہاں جانا چاہتے ہو عنبر، کیا تمہیں ہمارا ملک پسند نہیں؟ یہ تو تمہارا اپنا مُلک ہے عنبر ۔"

"اِس میں کوئی شک نہیں ملکہ سلامت کہ نینوا میرا اپنا ملک بن چکا ہے لیکن پھر بھی مجھے اس ملک کے درو دیوار سے رخصت ہو کر آگے سفر پر روانہ ہونا ہے۔"

زرکیسر نے آگے بڑھ کر کہا:

"اے عظیم انسان، تم کہاں جاؤ گے؟"

"یہ میں بھی نہیں جانتا زرکیسر، میری منزل کہاں ہے۔ اس کا مجھے بھی علم نہیں ہے شاید میری منزل کہیں بھی نہیں ہے۔ شاید میں تاریخ کے صحراؤں میں قیامت تک بھٹکتا رہوں گا ۔"

"یہ — یہ تم کیا کہہ رہے ہو عنبر؟" ملکہ نے تعجب سے پُوچھا

عنبر ایک دم سنبھل گیا۔ وُہ ایسی باتیں بے خیالی میں کہہ گیا تھا جو اُسے نہیں کہنی چاہئیں تھیں۔ اُس نے بات کو پلٹتے ہوئے کہا:

"مَیں تو ایک مسافر ہُوں ملکہ سلامت جس کی کوئی منزل نہیں ہے۔ ربّ عظیم آپ کی حفاظت کرے۔ اب میں جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے پھر کبھی ملاقات ہو۔"

عنبر نے باری باری سب سے ہاتھ ملایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر نینوا کے شہر سے باہر نکل آیا۔ ملکہ، شہزادہ، زرکیسر اور یورکا اُسے رخصت کرنے

کافی دُور تک ساتھ ساتھ چلتے رہے لیکن ایک مقام پر وُہ بھی عنبر کا ساتھ چھوڑ کر واپس جانے پر مجبور ہو گئے ۔ اب عنبر ایک بار پھر اکیلا تھا ۔ زندگی کے وسیع و عریض صحرا میں اکیلا ۔۔ تاریخ کے اتھاہ سمندر میں اکیلا ۔۔ بالکل اکیلا ۔

اُس نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی کر دیں اور گھوڑا صحراؤں میں کسی نامعلوم منزل کی طرف دوڑنے لگا ۔ ۔

صبح پہنچ آدھی رات کو عنبر کی ملاقات ایک پُراسرار رُوح سے ہُوئی ۔ اُس نے کہا ، مَیں موہنجو ڈرو کی دیو داسی ہُوں میرے پیچھے پیچھے آؤ ۔ مَیں تمہیں ہزاروں سال پُرانی تہذیب میں لیے چلتی ہُوں ۔ عنبر ملک نینوا کے صحراؤں سے نکل کر پاکستان کے ہزاروں سال پُرانے شہر موہنجو ڈرو پہنچ جاتا ہے ۔ یہاں اُس کے ساتھ پُراسرار واقعات پیش آتے ہیں ۔

یہ سب کچھ اس ناول کے پانچویں حصّے "رُوحوں کا شہر" میں پڑھیے ۔